A Safer World For The Truth

Truth Denied: How Pakistani Authorities Built an Unsolvable Case

سچ کا خون: قتل کے مقدمہ کا ناقابلِ حل انجام

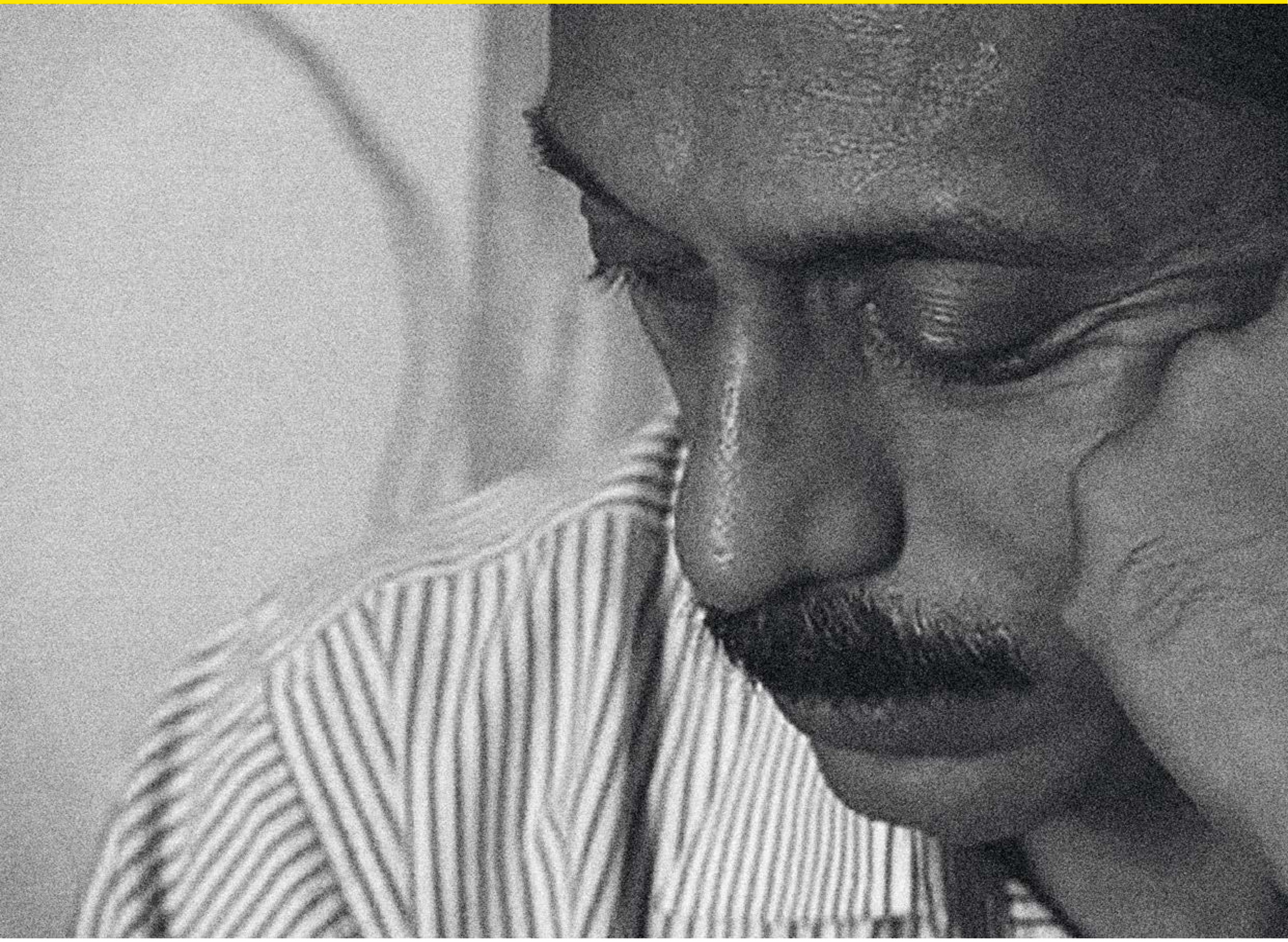

A SAFER WORLD FOR THE TRUTH

آسیفر ورلڈ فار دا ٹرتھ یعنی سچ بولنے اور لکھنے کیلیے ایک محفوظ دنیا کا حصول، صحافیوں کے حقوق کیلیے کام کرنے والے بین الاقوامی ادارے فری پریس ان لمیٹڈ (FPU) کا پروجیکٹ ہے جس میں رپورٹرز ود آؤٹ بارڈرز (RSF) اور کمیٹی ٹو پرٹیکٹ جرنلسٹس (CPJ) کا تعاون حاصل ہے۔ جس کا بنیادی مقصد صحافیوں کے خلاف سنگین جرائم (قتل) کے مقدمات میں انصاف کا حصول اور بااثر مرکزی کرداروں کو حاصل استثنی کے خاتمہ ہے۔ پروجیکٹ کے تحت سچ بولنے اور لکھنے کی پاداش میں قتل کیے جانے والے صحافیوں کے مقدمات کی از سر نو تحقیقات کے ذریعے پوشیدہ حقائق اور معلومات کو سامنے لایا جاتا ہے تا کہ انصاف کی فراہمی ممکن ہو سکے۔

FREE PRESS UNLIMITED

CPJ Committee to Protect Journalists
Defending Journalists Worldwide

RSF REPORTERS SANS FRONTIÈRES

مصنفین:

جولز سونکلز، جاسمین ڈی زیوو، یوس بارٹ مین، شاہزیب احمد اور عادل جواد خان

معاونت فراہم کرنے والے ماہرین:

ایڈووکیٹ امان آفتاب اعجاز اور ڈاکٹر سمیہ سید

سوالات کے لیے رابطہ کریں:

investigations@freepressunlimited.org

ہم اس رپورٹ کے لیے معلومات اور اپنی رائے فراہم کرنے والے تمام افراد کے شکر گزار ہیں۔

ڈیزائنر

بابیٹ ہل ہورسٹ

سرورق تصویر:

خاندانی ریکارڈ

کاپی رائٹ:

فری پریس ان لمیٹڈ 2025

فہرستِ مضامین

رپورٹ کا خلاصہ

1۔ تعارف 11

(الف) پاکستان کا منظر نامہ 12

i. پاکستان میں صحافیوں کو درپیش چیلنجز 12

ii. مقامی اور سیاسی تناظر: لاڑکانہ اور باڑہ، صوبہ سندھ 13

2۔ قتل کا واقعہ 15

3۔ سرکاری تفتیش 17

الف. قتل کی سرکاری تفتیش 18

ب۔ سرکاری تفتیش نے قتل کے الزامات کو 'حادثاتی گولی لگنے' کا واقعہ قرار دے کر الزامات کی بنیادی نوعیت کو تبدیل کر دیا۔ 21

4۔ فری پریس ان لمیٹڈ کی تحقیقات 26

الف) ہماری تحقیقات کی بنیاد پر قتل کی تشکیل 27

ب) طبی غفلت ذاکر حسین ڈاہر کی موت کا سبب بنی 32

5۔ تفتیش میں خامیاں جو غفلت کو ظاہر کرتی ہیں 34

الف) پولیس شواہد جمع کرنے اور ہینڈ لنگ کے دوران غفلت کا مظاہرہ کر رہی تھی جس کی وجہ سے شواہد نامکمل رہ گئے 35

ب) مشتبہ افراد اور گواہوں کو ہینڈل کرنے کے حوالے سے مناسب طریقہ کار اور قوانین پر عمل نہیں کیا گیا: 38

ج) پولیس کے تفتیش کاران امکانات یا خدشات کا تعاقب کرنے میں ناکام رہے جو اس بات کی جانب اشارہ کرتے تھے کہ ڈہر کو ان کے صحافتی کام کی پاداش میں نشانہ بنایا جا سکتا تھا:[1] 39

6۔ اخذ کردہ نتائج 43

[1] Pakistan Press Foundation (PPF) Owais Aslam Ali (16 March 2016). Request for Reinquiry to the Chief Ministry of Sindh.

مخففات

- **اے ٹی سی**—انسداد دہشتگردی عدالت
- **اے ٹی اے**—انسداد دہشتگردی ایکٹ
- **اے ایس آئی**—اسسٹنٹ سب انسپکٹر
- **اے ایس جے**—ایڈیشنل سیشنز جج
- **اے ایس پی**—اسسٹنٹ سپرانٹنڈنٹ آف پولیس
- **سی ایم سی ایچ**—چانڈکہ میڈیکل کالج ہسپتال (لاڑکانہ)
- **سی ایم او**—چیف میڈیکل آفیسر
- **سی ایس او**—سول سوسائٹی تنظیمیں
- **سی ڈی آر**—کال ڈیٹا رکارڈ
- **سی پی جے**—کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹس
- **ڈی پی او**—ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر
- **ڈی آئی جی**—ڈپٹی انسپکٹر جنرل
- **ایف آئی آر**—فرسٹ انفارمیشن رپورٹ
- **آئی جی**—انسپکٹر جنرل
- **آئی ایچ ایس اے ایس**—انٹیگریٹڈ ہیلتھ سسٹم اسٹرینتھننگ الائنس
- **آئی او**—انویسٹیگیشن آفیسر
- **جے آئی ٹی**—جوائنٹ انویسٹیگیشن ٹیم
- **پی سی**—پولیس کانسٹیبل
- **پی پی سی**—پاکستان پینل کوڈ
- **پی پی پی**—پاکستان پیپلز پارٹی
- **آر ایس ایف**—رپورٹرز ووداؤٹ بارڈرز
- **ایس ایچ او**—اسٹیشن ہاؤس آفیسر
- **ایس آئی او**—سینئیر انویسٹیگیشن آفیسر
- **ایس ایس پی**—سینئیر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس

رپورٹ کا خلاصہ

پاکستان کے صوبہ سندھ کے شہر لاڑکانہ سے تعلق رکھنے والے صحافی ذاکر حسین ڈہر المعروف شان ڈہر، ایک تجربہ کار ٹیلی ویژن رپورٹر تھے اور بطور ڈسٹرکٹ رپورٹر (بیورو چیف) خدمات انجام دے رہے تھے۔ وہ صحافتی برادری میں ایک غیر جانبدار، اصول پسند اور پروفیشنل صحافی کے طور پر جانے جاتے تھے۔ ان کی شہرت ایک ایسے رپورٹر کی تھی جو زمینی حقائق کو سامنے لانے میں کسی دباؤ کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

31 دسمبر اور یکم جنوری 2014 کی درمیانی رات، تقریباً ساڑھے بارہ بجے، شان ڈہر اپنے آبائی قصبے باڈہ میں ایک بنیادی مرکز صحت (سٹی بلاک) میں سہولیات کی کمی کو اجاگر کرنے کے لیے ویڈیو بنا رہے تھے۔ اسی دوران وہ نامعلوم سمت سے آنے والی گولی کا نشانہ بن گئے۔ باڈہ ٹاؤن جو لاڑکانہ کے تقریباً پچاس کلومیٹر مشرق میں واقع ہے، وہاں سے انہیں سرکاری ایمبولینس کے ذریعے چانڈکا میڈیکل کالج اسپتال منتقل کیا گیا۔

ڈاکٹروں اور طبی عملے کی عدم دستیابی اور لاپرواہی کے باعث انہیں تقریباً 9 گھنٹے تک مؤثر طبی امداد فراہم نہ کی جاسکی۔ بالآخر یکم جنوری کی صبح تقریباً ساڑھے نو بجے وہ اندرونی خون بہنے کے باعث انتقال کر گئے۔ یہ تاخیر اور غفلت ان کی موت کی ایک اہم وجہ سمجھی جاتی ہے۔

کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹس (سی پی جے) کی رپورٹس کے مطابق پاکستان خاص طور پر صوبہ سندھ صحافیوں کے لیے ایک انتہائی غیر محفوظ خطہ تصور کیا جاتا ہے۔ 1992 سے اب تک پاکستان میں کم از کم 41 صحافی اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی انجام دہی کے دوران قتل کیے جاچکے ہیں، تاہم 90 فیصد سے زائد مقدمات آج تک منطقی انجام تک نہیں پہنچ سکے۔

شان ڈہر کے قتل کے بعد ابتدا میں پولیس نے انسداد دہشت گردی کی عدالت میں قتل اور دہشت گردی کی دفعات کے تحت تفتیش کا آغاز کیا، جس سے یہ تاثر ملا کہ معاملے کو سنجیدگی سے لیا جارہا ہے۔ تاہم کچھ ہی عرصے بعد قتل اور انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعات ختم کرکے واقعے کو "حادثاتی فائرنگ" قرار دے دیا گیا۔ بعد ازاں ہونے والی سرکاری تحقیقات غیر مؤثر ثابت ہوئیں اور آج تک یہ واضح نہیں ہوسکا کہ دہشت گردی اور قتل کی دفعات کیوں اور کس بنیاد پر ہٹائی گئیں۔

اس تبدیلی کے بعد کیس کی نوعیت، محرکات اور پس منظر مسلسل ابہام کا شکار رہے اور کوئی بامعنی نتیجہ سامنے نہ آسکا۔ گیارہ برس بیت جانے کے بعد بھی شان ڈہر کے قتل کا معمہ آج بھی حل طلب ہے۔ یہ صورتحال اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ صحافیوں کے خلاف سنگین جرائم میں ملوث بااثر سیاسی اور غیر سیاسی عناصر قانون کی گرفت سے باہر ہیں، جس کے نتیجے میں صحافیوں کے قتل کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے اور شان ڈہر کے قاتل بھی 11 برس سے زائد عرصے سے آزاد گھوم رہے ہیں۔

فری پریس ان لمیٹڈ کے تحت تحقیقاتی رپورٹرز نے قانونی ماہرین کے تعاون سے از سر قتل کے شواہد اور محرکات کا بغور جائزہ لیا، باڈہ، لاڑکانہ اور کراچی کے متعدد فیکٹ فائنڈنگ دوروں کے دوران درجنوں عدالتی ریکارڈز، گواہیوں اور پولیس دستاویزات کا جائزہ لیا گیا اور متاثرہ خاندان، ساتھی صحافیوں، پولیس اہلکاروں اور سابق ملزمان سے انٹرویوز کیے گئے۔

یہ رپورٹ ڈیڑھ سالہ تحقیق اور تجزیے پر مبنی ہے۔ ہماری تحقیق کے دوران ایسے شواہد سامنے آئے جو قتل کے محرکات کو واضح کرتے ہیں لیکن نہ تو پولیس کے تفتیش کاروں نے ان کا تجزیہ کیا اور نہ ہی انہیں سرکاری ریکارڈ کا حصہ بنایا گیا۔ ہم انتہائی اہم ویڈیو فوٹیج اور تصاویر تک رسائی میں کامیاب ہوئے جس سے ڈہر کے قتل کی رات ان کی مصروفیات کا پتہ لگانے میں مدد ملی اور قتل کے ممکنہ محرکات اور پس منظر کی از سرِ نو تشکیل ممکن ہوئی۔

ہماری تحقیقات کے دوران سرکاری تفتیش میں ہونے والی تین بڑی خامیاں سامنے آئیں:

ا۔ پولیس نے شواہد جمع کرنے اور انہیں محفوظ کرنے کے لیئے مقررہ طریقہ کار پر عمل نہیں کیا۔
۲۔ گواہوں اور مشتبہ افراد سے متعلق طے شدہ پروٹوکول کو نظرانداز کیا گیا۔
۳۔ پولیس قتل کی حقیقی وجوہات اور نتیجہ میں مقدمہ کو منطقی انجام تک پہنچانے میں ناکام رہی۔

اولاً یہ کہ شواہد اکٹھا کرنے اور ہینڈلنگ کے معاملے میں پولیس نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے کوتاہیاں ہوئیں اور نامکمل شواہد اکٹھے ہوئے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ اور کرائم سین کا تجزیہ نامکمل تھا اور اس میں اہم تفصیلات کی کمی تھی، شواہد کو مقررہ قانونی تقاضوں کے برعکس محفوظ کرنے اور چین آف کسٹڈی کا خیال نہیں رکھا گیا۔ عوامی بیانات اور سرکاری ریکارڈ کے درمیان سنگین تضادات تھے اور شواہد کے اہم پہلوئوں کو یا تو نظرانداز کیا گیا یا ان کی غلط تشریح کی گئی جس کے نتیجے میں نامکمل نتائج اخذ کیے گئے۔

دوسرا یہ کہ گواہوں اور مشتبہ افراد کے حوالے سے پولیس حکام کی طرف سے طریقہ کار کی خلاف ورزیوں نے کیس کی سالمیت کو مجروح کیا۔ باڈہ اور لاڑکانہ کے پولیس افسران نے رشوت وصولی کے غرض سے گرفتاریاں کیں اور حراست میں لیے گئے افراد سے رہائی کے عوض رشوت وصول کی گئی۔ ایک سینئر پولیس تفتیش کار نے اس طرز عمل کی تصدیق کی۔ دو مفرور ملزمان کو گرفتار نہیں کیا گیا حالانکہ وہ شہر میں آزاد گھوم رہے تھے۔ حکام کی جانب سے مرکزی مشتبہ شخص کو عدالت میں پیش کرنے سے پہلے کم از کم نو دن تک غیر قانونی طور پر حراست میں رکھا گیا۔ اسی طرح اہم گواہوں کو یا تو نظرانداز کیا گیا یا گواہوں سے بدسلوکی اور زبردستی کی گئی تاکہ ان کی گواہی عدالت کے سامنے قانونی اور موثر طریقے سے ریکارڈ ہی نہ کی جاسکے۔

پولیس کے تفتیش کار ان سراغوں کا پیچھا کرنے میں ناکام رہے جو یہ بتاسکتے تھے کہ ڈہر کو ان کے صحافتی کام کی وجہ سے نشانہ بنایا گیا۔ اس کے برعکس، پولیس نے جلدبازی سے اس واقعے کو ایک حادثہ قرار دے دیا۔

تفتیش کے دوران نہ تو ڈہر کی رپورٹنگ کا سنجیدگی سے جائزہ لیا گیا اور نہ ہی ان کو ملنے والی دھمکیوں کی کوئی تحقیقات کی گئیں۔ نتیجتاً وہ تمام پہلو نظرانداز کردیے گئے جو ڈہر کے قتل کو ان کے کام سے جوڑ سکتے تھے، خاص طور پر عطیہ کی گئی ادویات کی غیر قانونی دوبارہ فروخت سے متعلق ان کی رپورٹنگ۔ اسی طرح یہ امکان بھی نظرانداز کیا گیا کہ ڈہر کی موت طبی غفلت کے باعث ہوسکتی ہے۔

تیسرا یہ کہ پولیس کے تفتیش کار ایسی لیڈز یا پہلوئوں کو تفتیش کے دائرہ کار میں لانے میں ناکام رہے جس سے یہ واضح ہوسکتا تھا کہ آیا شان ڈہر کے قتل کا ان کی صحافت یا رپورٹنگ سے تو تعلق نہیں ہے؟ پولیس نے عجلت سے کام لیتے ہوئے اس واقعے کو ایک حادثہ قرار دے دیا۔ تفتیش کاروں نے ڈہر کی رپورٹنگ کا تجزیہ نہیں کیا اور نہ ہی انھیں ملنے والی دھمکیوں کو شامل تفتیش کیا گیا۔ شان ڈہر بنیادی ہیلتھ مرکز میں غریبوں کیلیے مفت دوائوں کی مارکیٹ میں فروخت کے بارے میں تحقیقات کررہے تھے، تفتیشی حکام نے یہ بھی نظرانداز کردیا کہ ڈہر کی موت طبی غفلت کی وجہ سے ہوئی۔

ہم تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر مقررہ طریقہ کار اور پروٹوکول پر عمل کیا جاتا تو شان ڈہر کے قتل کا معمہ حل کیا جاسکتا تھا۔ پاکستانی عدالتوں میں قتل کے مقدمے کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیئے ضروری ہے کہ مقررہ طریقہ کار پر سختی سے عمل کیا جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ تفتیش اتنی موثر اور شفاف ہو کہ قتل کے الزام کو ابہام کے بغیر ثابت کیا جاسکے۔ لیکن بہت سی تفتیشی کوتاہیوں کے پیش نظر، کچھ

تفتیشی صلاحیت کی کمی کی وجہ سے اور کچھ بدانتظامی کی وجہ سے یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی کہ (اس کیس میں) کبھی انصاف ہو بھی پائے گا یا نہیں۔ اہم شواہد معدوم ہو چکے ہیں یا (عدالت میں) پیش کرنے کے قابل نہیں رہے ہیں، اہم گواہان یا تو انتقال کر چکے ہیں یا ان کا کھوج لگانا مشکل ہو چکا ہے، بعض ملزمان کو مفرور قرار دیا جا چکا ہے جبکہ ایک ملزم کو عدالت نے بری کر دیا ہے، نتیجتاً فی الحال کیس غیر فعال ہے۔

ڈہر کے لواحقین کو انصاف دلانے اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ سندھ پولیس کے انتظامی و تفتیشی حکام سے بازپرس کی جانی چاہیئے اور مستقبل کے مقدمات میں ایسی غلطیوں کو دہرانے کی اجازت نہ دی جائے، ہماری سفارشات درج ذیل ہیں:

سندھ پولیس کے اعلیٰ افسران اور تفتیشی افسر کیلیے:

- مقدمے کی از سر نو شفاف اور غیر جانبدارانہ تفتیش کی جائے، بشمول:
  - مفرور ملزمان کی تلاش اور گرفتاری کے لیے فوری اور ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔ اس مقصد کیلیے انٹیلی جنس یونٹ کی مدد سے چھاپے مارے جائیں، تفتیش کو موثر بنانے کیلیے پولیس کے دیگر شعبوں کے مابین موثر رابطہ قائم کیا جائے، انسپکٹر جنرل (آئی جی) پولیس کی سربراہی میں ڈی آئی جی کے عہدہ کا افسر تفتیش کی مسلسل نگرانی کرے اور تفتیشی ٹیم کو ہر قسم کے وسائل فراہم کیے جائیں۔ مفرور افراد کی تفصیلات کو قومی جرائم کے ڈیٹا بیس میں داخل کر کے ان کی گرفتاری کو یقینی بنانے کیلیے الرٹ جاری کیے جائیں اور دستیاب ریکارڈ کی مدد سے یہ پتہ لگایا جائے کہ مفرور ملزمان کا کرمنل ریکارڈ حاصل کیا جائے۔ مفرور ملزمان کی گرفتاری اور تفتیش کے بغیر شان ڈہر کے مقدمہ کو موثر طور پر دوبارہ نہیں کھولا جاسکتا؛
  - شان ڈہر کے قتل کے اہم ترین گواہ منا قادر کاندھڑوں کو تلاش کر کہ اس سے تفتیش جائے۔ ہماری تحقیق کے مطابق وہ اس وقت کراچی میں مقیم ہے۔
  - قتل کے وقت شان ڈہر کے جسم پر موجود کپڑوں بشمول جیکٹ کا غیر جانبدار ادارے سے فارنزک تجزیہ کرایا جائے تا کہ یہ پتہ چل سکے کہ گولی کتنے فاصلے سے چلائی گئی اور کس زاویہ سے ان کے جسم میں داخل ہوئی۔

برسر اقتدار سیاسی جماعتوں کیلیے:

- پاکستان کی سول سوسائٹی کی جانب سے 'سیف جرنلزم' کے پلیٹ فارم کی بنیاد رکھی گئی ہے، جس کا مقصد شان ڈہر اور ایسے درجنوں مقدمات میں بااثر ملزمان کو قانون کی گرفت میں لانا ہے۔ وفاقی حکومت نے اصولی طور پر، قتل کے مقدمات میں استثنیٰ کو ختم کرنے کے لیے 'سیف جرنلزم' کے ساتھ تعاون کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ ہم حکومت پر زور دیتے ہیں کہ وہ جلد اگلا قدم اٹھائے اور ایک مشترکہ ایکشن کمیٹی قائم کرنے کے لیے مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کرے۔ مجوزہ ایکشن کمیٹی کو پولیس انویسٹی گیشن اور عدالتی کارروائی کی شفافیت کو یقینی بنانے کیلیے صحافیوں کے قتل کے مقدمات کی نگرانی کرے گی۔

وفاقی اور صوبائی محکمہ داخلہ کیلیے:

- 'سیف جرنلزم' کے ساتھ مل کر، صحافیوں کے قتل کے کیسز کے لیے خصوصی تفتیشی پروٹوکول تیار کریں۔ اس طرح کے پروٹوکول میں مندرجہ ذیل نکات شامل کیے جائیں:

- معروضیت اور شفافیت کو بڑھانے کے لیے ابتدائی تحقیقات ایک خصوصی تفتیشی یونٹ یا کم از کم سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (SP) کے عہدہ کے افسر کے ذریعہ کرائی جائیں۔
- مقتول کے صحافتی کام کے محرکات کا جائزہ لینے کے لیے رہنما اصول وضع کیے جانے چاہیئیں۔
- اس بات کو یقینی بنایا جانا چاہیئے کہ ہر واقعہ میں، قطع نظر محل وقوع، کرائم سین کے معائنہ کیلیے ماہرین جدید آلات پر مشتمل فارنزک ٹیم کی دستیابی یقینی بنائی جائے۔
- اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ فرانزک تجزیہ مکمل ہونے تک جائے وقوعہ کو محفوظ رکھا جائے۔
- ان افسران کے احتساب کے لیئے اقدامات کیئے جانے چاہیئیں جو حادثاتی طور پر یا جان بوجھ کر شواہد کو کمزور کرتے ہیں اور گواہوں یا مشتبہ افراد کو غلط طریقے سے استعمال کرتے ہیں اور تفتیش کو نقصان پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔
- ایک آزاد فریق، جیسے کہ 'سیف جرنلزم' کے ذریعے تیسرے فریق کی جانچ پڑتال کی اجازت دی جانی چاہیئے۔ مرکزی حکومت نے اصولی طور پر، قتل کے مقدمات میں استثنیٰ کو ختم کرنے کے لیے 'سیف جرنلزم' کے ساتھ تعاون کرنے پر اتفاق کیا ہے لہذا 'سیف جرنلزم' تفتیشی اور عدالتی مراحل کی مانیٹرنگ کیلیے موزوں ہے۔

بین الاقوامی برادری کیلیے:

- صحافیوں کے تحفظ کے لیے پاکستانی اقدامات کی حمایت جاری رکھیں۔ خاص طور پر عالمی برادری 'سیف جرنلزم' کو موثر اور کامیاب بنانے کی حمایت کرے۔ سیف جرنلزم صحافیوں، قانونی اور سیاسی ماہرین سمیت سول سوسائٹی کی ایک مشترکہ کاوش ہے جس کا مقصد پاکستان میں صحافیوں کے قتل کے مقدمات میں بااثر ملزمان کو حاصل استثنیٰ کی روایت کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کے تعاون سے قتل کے مقدمات کی انویسٹی گیشن کو شفاف، موثر اور غیر جانبدار رکھنے پر کام کیا جارہا ہے۔

سندھ کمیشن فار دی پروٹیکشن آف جرنلسٹس اور دیگر میڈیا پریکٹیشنرز اور فیڈرل کمیشن فار دی پروٹیکشن آف جرنلسٹس اینڈ پروفیشنلز کیلیے:

- پروٹیکشن آف جرنلسٹس اینڈ میڈیا پروفیشنلز ایکٹ 2021 کے نفاذ اور اس پر عمل درآمد میں مدد کے لیے سول سوسائٹی اور اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ مل کر مشترکہ ایکشن کمیٹی کے قیام کی تجویز پر روشنی ڈالیں۔
- شان ڈہر کے قتل کی ری انکوائری کا حکم دیا جائے، مفرور افراد کی گرفتاری اور شناخت شدہ گواہوں کو تفتیش کے دائرہ کار میں لایا جائے۔

1

تعارف

یہ باب ابتدا میں پاکستان میں سیاسی اتحاد، صحافیوں کی حفاظت اور سیاسی مرکز سے دور صحافیوں پر حملوں کے رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے قتل کے تناظر میں ایک مختصر تعارف فراہم کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ ذاکر حسین ڈھر عرف شان ڈھر کی زندگی اور کیریئر کو بیان کرتا ہے۔

الف۔ پاکستان کا منظر نامہ

i. پاکستان میں صحافیوں کو درپیش چیلنجز

پاکستان میں میڈیا کا منظر نامہ خاصہ متحرک ہے اور یہاں کا پریس جنوبی ایشیا میں سب سے زیادہ فعال سمجھا جاتا ہے۔ ملک میں 100 سے زیادہ ٹی وی چینلز اور 200 ریڈیو اسٹیشنز کام کر رہے ہیں۔[2] بظاہر آزاد سمجھے جانے والے پریس کیلیے کچھ ایسے موضوعات ہیں جن پر رپورٹنگ کرنا خطرناک سمجھا جاتا ہے۔۔ ہمارے پارٹنر Reporters Without Borders کے 2025 کے پریس فریڈم انڈیکس پر، پاکستان 180 ممالک میں سے 158 ویں نمبر پر ہے، جو کہ پچھلے سال یعنی 2024 میں 152 ویں نمبر پر تھا۔[3]

پاکستان میں صحافیوں کو (ملنے والی) دھمکیوں اور (ان پر ہونے والے) حملوں کی تعداد تشویشناک ہے۔ 2024 میں پاکستان میں 6 صحافیوں کے قتل کی تصدیق ہوئی۔[4] 1992 سے لے کر اب تک پاکستان میں کم از کم 98 صحافیوں کو قتل کیا جا چکا ہے، جن میں سے 41 کو براہ راست ان کے صحافتی کام یعنی سچ لکھنے یا بولنے کی پاداش قتل کیا گیا۔ یہ صورتحال پاکستان کو عالمی سطح پر صحافیوں کے لیے سب سے خطرناک ممالک میں سے ایک بناتا ہے۔[5] سچ سامنے لانے کے "جرم" میں جان گنوانے والے 37 صحافیون کے مقدمات میں بااثر قاتل آج بھی قانون کی گرفت سے دور ہیں جبکہ باقی 4 کیسز میں صرف جزوی طور پر انصاف ہوا۔ 1992 سے لے کر آج تک کسی صحافی کے قتل کا ایک بھی کیس مکمل طور پر انصاف کے ساتھ اپنے منطقی انجام کو نہیں پہنچا۔

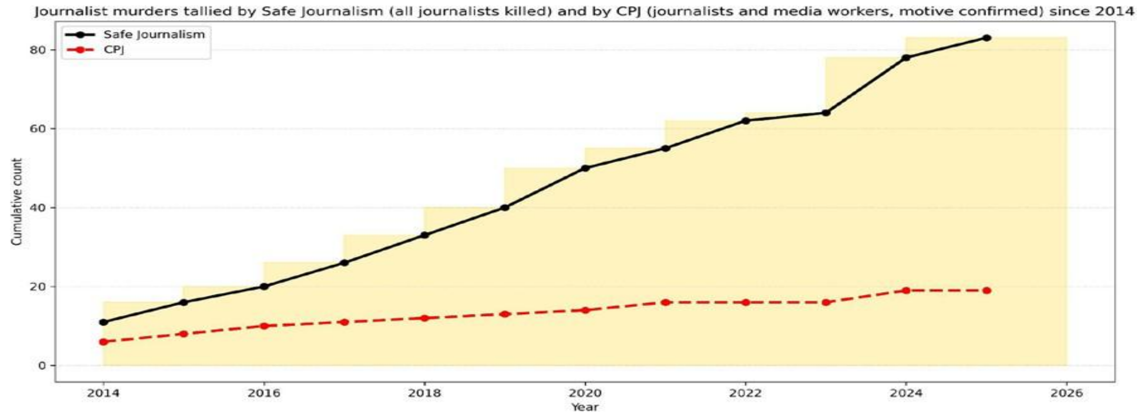

یہ گراف پاکستان میں صحافیوں کے حقوق کیلیے کام کرنے والے ادارے سیف جرنلزم کے اعداد و شمار پر مبنی ہے اور 2014 کے بعد پاکستان میں صحافیوں کے قتل کے واقعات کو ظاہر کرتا ہے، چاہے ان کے محرکات کچھ بھی ہوں.

[1] Reporters Without Borders (2025). Press Freedom Index Pakistan. https://rsf.org/en/country/pakistan. [1] Reporters Without Borders (2025). Press Freedom Index Pakistan. https://rsf.org/en/country/pakistan. [1] Committee to Protect Journalists, Pakistan, 2024. https://cpj.org/data/killed/all/?status=Killed&motiveConfirmed%5B%5D=Confirmed&motiveUnconfirmed%5B%5D=Unconfirmed&type%5B%5D=Journalist&type%5B%5D=Media%20Worker&cc_fips%5B%5D=PK&start_year=2024&end_year=2024&group_by=year

[1] Committee to Protect Journalists, Pakistan, 2024. https://cpj.org/data/killed/all/?status=Killed&motiveConfirmed%5B%5D=Confirmed&motiveUnconfirmed%5B%5D=Unconfirmed&type%5B%5D=Journalist&type%5B%5D=Media%20Worker&cc_fips%5B%5D=PK&start_year=2024&end_year=2024&group_by=year

ii. مقامی اور سیاسی تناظر: لاڑکانہ اور باڈہ، صوبہ سندھ

باڈہ ایک چھوٹا سا شہر ہے جس کی آبادی تقریباً 43,000 افراد پر مشتمل ہے، جو ڈوکری کے قریب واقع ہے اور شمالی سندھ کے ایک بڑے شہر لاڑکانہ سے تقریباً 40 منٹ کی دوری پر ہے پاکستان کے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو اور پاکستان کی پہلی اور واحد خاتون وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے ساتھ وابستگی کی بدولت لاڑکانہ روایتی طور پر سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ بھٹو خاندان کی سیاست کی علامت ہے۔[6] پچھلی چند دہائیوں کے دوران اس خطے کو بھٹو خاندان اور ان کی سیاسی جماعت، پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کا گڑھ سمجھا جاتا ہے، جو 2008 سے سندھ میں برسر اقتدار ہے۔

لیکن حالیہ برسوں میں پیپلز پارٹی کی حکمرانی میں دراڑیں پڑتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ اس کا اظہار انتخابی فتوحات کے سکڑتے ہوئے مارجن اور اہم شہروں میں اقتدار کے خاتمہ کی صورت میں ہو رہا ہے۔

برسوں سے جاری منظم بدعنوانی نااہلی اور حکمرانی کے حوالے سے عمومی بے حسی جو ماضی میں بے نظیر بھٹو جیسی مقبول سیاسی قیادت کی وجہ سے کسی حد تک او جھل رہی اب عوام کیلیے پارٹی سے بددلی کی واضح وجوہات بن چکی ہیں۔

مثال کے طور پر 2023 کے بلدیاتی انتخابات میں پی پی پی نے لاڑکانہ میں کامیابی حاصل کی[7]، لیکن ڈوکری اور باڈہ دونوں میں گرینڈ ڈیموکریٹک الائنس (جی ڈی اے) کے امیدواروں سے ہار گئی۔ تاہم اس کے باوجود، پاکستان پیپلز پارٹی لاڑکانہ اور سندھ کے ایک بڑے خطے کی مقبول سیاسی جماعت ہے اور اس نے 2024 کے عام انتخابات میں قومی اسمبلی کی 39 میں سے 37 نشستیں اور سندھ اسمبلی کی 83 نشستوں میں سے 74 پر کامیابی حاصل کی[8]۔

2013 میں، شان ڈہر کے قتل سے کچھ پہلے، PS-41 (لاڑکانہ) سے رکن صوبائی اسمبلی کی نشست کے لیے 41 امیدوار میدان میں تھے[9]۔ 41 امیدواروں میں سے کچھ کا تعلق مرکزی دھارے کی سیاسی جماعتوں جیسا کہ پی پی پی سے تھا، لیکن اکثریت آزاد امیدواروں کی تھی[10]۔ لاڑکانہ اور آس پاس کے قصبوں میں جہاں پارٹی کا نام بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے، امیدوار کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے جاگیرداروں اور مقامی باثر افراد کے ساتھ روابط ہوں۔ مثال کے طور پر، زیادہ دور دراز علاقوں میں، ووٹر خود کو جاگیردار کے منتخب کردہ امیدوار کے ساتھ نتھی کرتے ہیں۔ شہری قصبوں میں، مقامی برادریوں کو قبائلی یا نسلی خطوط پر تقسیم کیا جاتا ہے، جس کے تحت وہ اپنی برادری کے اندر سے امیدوار یا کسی ایسے شخص کو ووٹ دیتے ہیں جس سے وہ فائدہ اٹھا سکیں۔

---

[7] Dawn (16 June 2023). PPP wins Larkana mayoral election. https://www.dawn.com/news/1760001-

[8] Faras Ghani (12 May 2017). Can the Bhuttos hold on to their heartland of Larkana? https://www.aljazeera.com/features/2017/5/12/can-the-bhuttos-hold-on-to-their-heartland-of-larkana. Al Jazeera; The Tribune (10 February 2024). PPP clean Sweeps Sindh. https://tribune.com.pk/story/2456016/ppp-clean-sweeps-sindh.

[9] Election results, 2013 elections. https://www.electionpakistani.com/ge2013/ps/PS-41.htm

[10] Election results, 2013 elections. https://www.electionpakistani.com/ge2013/ps/PS-41.htm

باڈہ میں، پی پی پی کو ان نیٹ ورکس کے ذریعے کافی حمایت حاصل ہے۔ باڈہ کے اہم ترین قبائل میں جونیجو، ساریو، زہری، عباسی سما، سولنگی اور ڈہر شامل ہیں۔

ب۔ ذاکر حسین ڈہر، ایک سرگرم صحافی

بین الاقوامی تعلقات میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد، ذاکر حسین ڈہر عرف شان ڈہر کراچی چلے گئے، جہاں انہوں نے سندھ پولیس میں بطور کانسٹیبل شمولیت اختیار کی۔ بچپن کے دوست غلام علی کے مطابق، ڈہر نے 10 سال تک پولیس کانسٹیبل کے طور پر کام کیا اور اپنے فارغ وقت میں اکثر اخبارات کے لیے کالم لکھا کرتے تھے[11]۔ غلام علی نے بتایا کہ ڈاہر رات گئے تک پڑھتے تھے اور انہیں صبح اٹھنے میں دقت محسوس ہوتی تھی جس کی وجہ سے انہیں 1991 میں پولیس کی ملازمت چھوڑنا پڑی[12]۔

شان ڈہر کی یاد میں نصب کی گئی ایک تختی، اسی چوراہے کے قریب جہاں انہیں گولی ماری گئی۔ تصویر ستمبر 2024 میں ہمارے تفتیش کاروں نے لی

ڈہر نے پولیس کی ملازمت چھوڑ کر ایک مقامی سندھی اخبار 'روزنامہ عوامی آواز' کے لیے بطور صحافی کام کرنا شروع کیا[13]۔ مختلف سندھی اور اردو اخبارات کے لیے ایک دہائی تک کام کرنے کے بعد، شان نے 2001 میں 'انڈس وژن' میں بطور دستاویزی اسکرپٹ رائٹر شمولیت اختیار کی۔ ایک سال بعد، وہ ملک کے پہلے سندھی نیوز چینل KTN میں چلے گئے اور انہیں دبئی میڈیا سٹی میں اسائنمنٹ پر بھیجا گیا، جہاں انہوں نے نیوز کنٹرولر / پروڈیوسر کے طور پر چینل کے لیے کام کیا۔ 2005 میں، انہوں نے نیوز پروڈیوسر کے طور پر سندھ ٹی وی میں شمولیت اختیار کی لیکن جلد ہی انہوں نے اے آر وائی نیوز کے آرکائیوز اینڈ مانیٹرنگ ڈیپارٹمنٹ کو بطور ایگزیکٹو جوائن کرنے کے بعد سندھ ٹی وی چھوڑ دیا۔ 2009 میں، انہوں نے ایک بار پھر نوکری تبدیل کی، اس بار دھرتی ٹی وی نیوز میں بطور ڈائریکٹر نیوز شامل ہوئے۔ انہوں نے اسی چینل پر ایک کرنٹ افیئرز شو کی میزبانی بھی کی، جس میں سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ 2012 میں شان ڈہر اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ واپس باڈہ چلے گئے۔ نئے سرے سے زندگی کی شروعات کرتے وقت ان کے پاس بہت کم سرمایہ تھا۔ انہوں نے لاڑکانہ میں اپنی آخری میڈیا پوزیشن 'اب تک نیوز' کے بیورو چیف کے طور پر کام شروع کرنے سے پہلے اپنی گزر بسر کیلیے چکن کی دکان بھی کھولی۔

ایف پی یو کی ٹیم نے ان کے کئی ساتھیوں سے بات کی، جنہوں نے کہا کہ شان ایک اصولی صحافی تھے، جو غیر جانبدار صحافت کے حوالے سے اپنی وابستگی (committment) میں اٹل تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ شان ایک دلیر صحافی تھے، جو کبھی بھی سخت سوالات کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ ساتھی اور دوست وقار سمو نے یاد کرتے ہوئے کہا، "وہ اصول پسند انسان تھے"۔ شان نے اپنے آس پاس کے لوگوں پر گہرا اثر ڈالا۔ ان کے دوست غلام علی نے بتایا کہ: "شان کے طلباء اور ساتھی صحافی اب بھی ان کی میراث کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ ان کے کئی اسٹوڈنٹ اب نیوز رومز میں کام کر رہے ہیں اور شان کے صحافتی اصولوں کو بنیاد بنا کر اپنا مقام بنا چکے ہیں۔

[11] Interview Ghulam Ali, September 2024.
[12] Interview Ghulam Ali, September 2024.
[13] Shan Dahar LinkdIn profile. https://www.linkedin.com/in/shan-dahar-5959ab21/?originalSubdomain=pk

2

قتل کا واقعہ

یکم جنوری 2014 کو، تقریباً 12:30 بجے، شان ڈہر اپنے آبائی قصبہ باڈہ کے بنیادی مرکز صحت میں وڈیو ریکارڈ کر رہے تھے جسے 'سٹی بلاک' کہا جاتا ہے، چند منٹ پہلے نئے سال کا آغاز ہوا تھا اور روایتی طور پر نئے سال کی خوشی میں ہوئی فائرنگ اور آتش بازی کا سلسلہ جاری تھا۔ ڈہر کلینک کے گیٹ کے سامنے واقع فارمیسی کے کاؤنٹر پر جھکے ہوئے تھے جب انہیں ایک گولی کمر کے بائیں جانب لگی۔ سب سے پہلے انہیں مقامی ہیلتھ کیئر کلینک کے اندر لے جایا گیا، جہاں وہ ان کا مزید علاج نہیں کر سکے۔ اس کے بعد انہیں ایمبولینس کے ذریعے لاڑکانہ کے چانڈکا میڈیکل کالج ہسپتال (سی ایم سی ایچ) منتقل کیا گیا، جہاں انہیں 02:00 بجے داخل کیا گیا۔[14]

سی ایم سی ایچ لاڑکانہ میں نائٹ چیف میڈیکل آفیسر (سی ایم او) ڈاکٹر سجاد جلبانی، ڈاکٹر صفدر عباسی، سرجیکل یونٹ-II کے پی جی ڈاکٹر وکرم، ڈاکٹر علی گوہر چانڈیو، ڈاکٹر عبدالغفور گاد، ڈاکٹر ولید جلبانی (M-Unit-II) اور کارڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے ڈاکٹر ایاز شاہانی نے ڈہر کو ابتدائی طبی امداد فراہم کی۔[15]

پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق، ڈہر صبح 9:30 بجے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسے

7 جنوری 2014 کو پیش کی جانے والی پوسٹ مارٹم رپورٹ یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ موت کی وجہ "چوٹ کی وجہ سے تلی کے پھٹ جانے سے ہیمریج اور شاک" کا ہونا تھا۔[16] پوسٹ مارٹم رپورٹ، جو کہ باڈہ کے پولیس کانسٹیبل (پی سی) رجب علی کی موجودگی میں سی ایم سی ایچ لاڑکانہ میں پولیس سرجن آفس کے ایک نامعلوم میڈیکولیگل افسر نے تحریر کی، رپورٹ کے مطابق چوٹ آتشیں اسلحہ کے چلنے کے نتیجے میں لگی تھی۔ تاہم بہت سے سوالات جن کے جوابات پوسٹ مارٹم سے مل سکتے تھے، نہ مل سکے۔ خاص طور پر، چونکہ پوسٹ مارٹم میں تصویریں یا داخلے کے زخم کے زاویہ اور داخلے کے زخم کے گرد سیاہ ہونے کے بارے میں کوئی معلومات شامل نہیں تھی، اس لیے شان ڈہر کو پیش آنے والے واقعہ کی درست تفصیلات اور ایک کے غیر جانبدار رائے قائم کرنا مشکل ہو چکا ہے۔

[14] Death Certificate Zakir Hussain alias Shan S/O Mohammad Ibrahim Dahar, 1 January 2014.
[15] Death Certificate Zakir Hussain alias Shan S/O Mohammad Ibrahim Dahar, 1 January 2014.
[16] Postmortem Shan Dahar, submitted on 7 January 2014.

3

سرکاری تفتیش

اس باب میں ہم سب سے پہلے سرکاری تفتیشی حکام کی جانب سے پیش کی جانے والی قتل کی روداد بیان کریں گے۔ ہم ان اہم کارروائیوں کو مختصر طور پر بیان کریں گے جو 2023 کے آخر میں ہماری تحقیقات کے شروع ہونے تک حکام، شان کے اہل خانہ اور آزادی صحافت کے CSOs کی طرف سے کی گئی تھیں۔

الف۔ قتل کی سرکاری تحقیقات

شان ڈھر کے بہنوئی ریاض حسین نے قتل کے فوراً بعد 2 جنوری 2014 کو شان ڈھر کی موت کے حوالے سے فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (ایف آئی آر) درج کروائی[17]۔ ایف آئی آر نمبر 1 آف 2014 بتاریخ 2 جنوری 2014، پاکستان پینل کوڈ (پی پی سی) کی دفعہ 302 اور انسداد دہشت گردی ایکٹ (اے ٹی اے) 1997 کی دفعہ 7 کے تحت نامعلوم ملزمان کے خلاف درج کی گئی[18]۔

شکایت کنندہ نے ایف آئی آر میں کہا کہ انہیں 1 جنوری 2014 کو صبح 1:00 بجے کے قریب ان کے کزن ساجد علی پٹھان کا فون آیا، جس میں انہیں بتایا گیا کہ شان کو گولی لگی ہے اور انہیں فوری طور پر لاڑکانہ کے ہسپتال لے جایا گیا ہے[19]۔ ایف آئی آر میں حسین کے بیان کے مطابق، شان ڈھر کو رات کے وقت کچھ دیر کے لیے ہوش آیا اور ہوش میں ہونے کے اس مختصر لمحے کے دوران انہوں نے 'زہری برادری' کو اپنے اور ہونے والے حملے کا ذمہ دار ٹھہرایا[20]۔ ایف آئی آر باڈہ تھانے کے اسسٹنٹ سب انسپکٹر (اے ایس آئی) نے درج کی تھی، جس کی شناخت ہمارے پاس موجود دستاویزات میں موجود نہیں ہے۔

اسی دن اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (اے ایس پی) ساجد کھوکھر نے 'ڈان' کو بتایا کہ "قاتل کو جلد گرفتار کر لیا جائے گا" کیونکہ صحافی نے مرنے سے پہلے اپنے قریبی دوستوں کو مجرم کا نام بتا دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ "مشتبہ قاتل مرحوم صحافی کے الفاظ میں زہری (زہری) بروہی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا[21]۔

2 جنوری 2014 کے ہفتے میں، بادہ تھانے کے سینئر تفتیشی افسر (SIO) سید عبدالحکیم شاہ نے دیگر افسران کے ساتھ، استعمال شدہ سگریٹ کے پیکٹ میں جائے وقوعہ سے خون آلود مٹی کو اکٹھا کیا اور اسے سیل کر کے کیمیکل لیبارٹری بھیج دیا۔ ایس آئی او شاہ اس کے بعد علاقے کے کئی "معززافراد" کے پاس گئے تاکہ ملزمان کی تلاش میں مدد کی درخواست کی جاسکے۔ آخر میں، انہوں نے کرائم سین کا ایک خاکہ تیار کر کے اسے کیس فائل کا حصہ بنانے کا حکم دیا[22]۔ ہماری ٹیم کو حاصل ہونے والی کیس فائل میں خون آلود مٹی کا تجزیہ اور جائے وقوعہ کا خاکہ موجود نہیں تھے۔

---

[17] Under Section 154 Code of Criminal Procedure, 1898.
[18] The First Information Report 01/2014 u/s/302 rw 6/7 Anti-Terrorism Act (ATA) 1997.
[19] First Information Report FIR No. 01/2014 u/s 302 PPC, 6/7 Anti-Terrorism Act PS Badeh, District Larkana.
[20] First Information Report FIR No. 01/2014 u/s 302 PPC, 6/7 Anti-Terrorism Act PS Badeh, District Larkana.

[21] [21] Dawn (2 January 2014). Senior journalist shot dead in Larkana. https://www.dawn.com/news/1077860/senior-journalist-shot-dead-in-larkana.
[22] Case Diary - 25 (64-1). Case Crime No. 01/2014, Offence U/s. 302 PPC., 6/7 ATA. Diary No. 1.

4 جنوری 2014 کو، ڈہر کے اہل خانہ کی جانب سے ایک مضبوط اور آزادانہ تحقیقات کے لیے یکے بعد دیگرے جمع کروائی جانے والی کئی درخواستوں کے بعد، ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس (ڈی آئی جی) لاڑکانہ نے اے ایس پی لاڑکانہ سٹی ساجد کھوکھر، سب ڈویژنل پولیس آفیسر (ایس ڈی پی او) حیدری مہر علی جاگیرانی، ایس ڈی پی او ڈوکری اور اسٹیشن ہاؤس آفیسر (ایس ایچ او) بادہ پولیس نور احمد مغیری پر مشتمل مشترکہ تحقیقاتی ٹیم (جے آئی ٹی) بنانے کا حکم دیا[23]۔ اس موقع پر جے آئی ٹی نے ایس آئی او شاہ سے کیس اپنے ذمے لے لیا۔

ایک نامعلوم میڈیکو لیگل آفیسر نے ڈہر کے جسم سے ایک گولی برآمد کی اور اسے تجزیہ کے لیے بھیج دیا۔ 17 جنوری 2014 کو، فارنزک ڈویژن لاڑکانہ نے 16 جنوری 2014 کو موصول ہونے والی گولی کا تجزیہ پیش کیا، جس میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ گولی "30 بور" (7.62 ملی میٹر) کی تھی، جسے نامعلوم پستول سے فائر کیا گیا تھا[24]۔

قتل کے بعد شروع کے ہفتوں میں، 2 سے 20 جنوری 2014 تک، تفتیش کاروں نے 9 کیس ڈائریاں پیش کیں جن میں یکسانیت تھی، کیس ڈائریوں میں بنیادی تفتیشی کارروائیوں جیسے کہ "معزز افراد" سے ملاقات یا "جاسوسوں سے بات کرنا" کا ذکر کیا گیا تھا[25]۔ یہ پاکستان میں تحقیقات کے سلسلے میں عام ہے؛ ہمارے تفتیش کاروں نے صحافی زبیر مجاہد کے قتل کیس کی تفتیش کے دوران بھی یہی انداز کا مشاہدہ کیا تھا۔[26]

4 فروری 2014 کو، 'ڈان' نے رپورٹ کیا کہ پولیس نے چھ مشتبہ افراد کو گرفتار کیا ہے اور ان کے قبضے سے 30 "بور" کے تین پستول (0.30 کیلیبر، یا میٹرک کے لحاظ سے 7.62 ملی میٹر) برآمد کیے ہیں۔ چھ ملزمان کی شناخت نصر اللہ تنیو، کامران بھٹی، سجاد بھٹی، عامر ابڑو، کارو چنوں اور غلام عباس بھٹی کے نام سے ہوئی ہے[27]۔ حکام کے مطابق مذکورہ چھ افراد نے نئے سال کا جشن فضائی فائرنگ کے ساتھ منایا تھا۔

قتل کے چند مہینوں کے اندر پولیس نے کل 20 نوجوانوں کو اس محلے سے حراست میں لیا جہاں شان کو گولی ماری گئی تھی۔ ہماری ٹیم گرفتار شدگان کی صحیح تعداد کی تصدیق کرنے سے قاصر رہی کیونکہ تمام گرفتار افراد کے خلاف مقدمات درج نہیں کیے گئے تھے۔ گرفتار ہونے والوں میں فارمیسی کا مالک جہاں ڈہر کھڑے تھے، ذوالفقار کلہوڑو اور سٹی بلاک ہیلتھ فسیلٹی کا سیکیورٹی گارڈ منا قادر کاندھڑو شامل ہیں، جو وقوعہ کے وقت شان کے سامنے کھڑا تھا اور جس کی شناخت کلہوڑو نے اس واقعے کے واحد عینی شاہد کے طور پر کی تھی[28]۔

ان تمام گرفتاریوں کے باوجود، قتل کے بعد کے ابتدائی مہینوں میں دفعہ 164 ضابطہ فوجداری (جوڈیشل مجسٹریٹ کے سامنے بیانات) کے تحت صرف تین شہادتیں ریکارڈ کی گئیں۔

---

[23] Case Diary - 25 (64-1). Case Crime No. 01/2014, Offence U/s. 302 PPC., 6/7 ATA. Diary No. 3.
[24] Examination Report dated 17 January 2014. Forensic Division Larkana. Signed by Moazam Ali, Expert Firearms.
[25] Case Diary - 25 (64-1). Case Crime No. 01/2014, Offence U/s. 302 PPC., 6/7 ATA. Diary No. 1-10.
[26] A Safer World for the Truth (2021) Breaking the Silence: An Investigation into the Murder of Zubair Mujahid. https://www.saferworldforthetruth.com/assets/ASWFTT_report02_7june2021.pdf.

[27] Dawn (2 February 2014). Journalist's killer yet to be named by police.
[28] Interview Zulfiqar Kalhoro, September 2024.

- ریاض حسین، شکایت کنندہ، مقتول کا کزن اور شان ڈہر کی بہن کا شوہر (اس کی گواہی کے لیے اوپر ایف آئی آر دیکھیں)۔ ریاض کوئی عینی شاہد نہیں تھا اور نہ ہی وہ اس وقوعہ کے قریب کہیں موجود تھا۔
- ساجد علی پٹھان، جس کا بیان 4 فروری 2014 کو ریکارڈ کیا گیا، نے گواہی دی کہ وہ رات کے تقریباً 12:30 بجے چنہ محلہ گلی سے گزر رہا تھا جب اس نے کئی نشے میں دھت لڑکوں کو نئے سال کا جشن مناتے ہوئے اور آتشیں اسلحہ چلاتے ہوئے دیکھا۔ لڑکوں میں اس نے نصر اللہ ٹونیو، عامر زہری اور عرفان زہری کے علاوہ کئی دوسروں کو بھی پہچان لیا۔ ساجد علی پٹھان کے مطابق، اس نے شان کو ایک گلی میں زخمی حالت میں پڑا پایا، جس کے بعد وہ انہیں فوری طبی امداد کے لیے اسپتال لے گیا۔ جیسا کہ ذیل میں تفصیل سے بات کی گئی ہے، ساجد نے ہماری تفتیشی ٹیم کو بتایا کہ وہ درحقیقت جائے وقوعہ پر موجود نہیں تھا، اور کہا کہ اس نے عدالت کے سامنے گواہی اس لیے دی کیونکہ "پولیس کی طرف سے دباؤ تھا کہ وہ کہانی کو اس طرح سنائے جس طرح وہ بتانا چاہتے ہیں"۔ ساجد پٹھان نے کہا، "ہم خوفزدہ تھے، (ہمارا) خاندان خوفزدہ تھا"[29]۔
- ساجد علی پٹھان کا بھائی ماجد علی پٹھان۔

ماجد نے کسی بھی ملزم کا نام لیے بغیر ساجد پٹھان جیسا ہی بیان دیا۔

ان بیانات کی ریکارڈ ہونے کے بعد، 7 فروری 2014 کو اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس (اے ایس پی) ساجد علی کھوکھر نے لاڑکانہ کی انسداد دہشت گردی کی عدالت میں ایف آئی آر 01 آف 2014 کی واپسی کے لیے درخواست دائر کی۔ درخواست میں مؤقف اختیار کیا گیا کہ گواہوں کے بیانات میں دہشت گردی یا ٹارگٹ کلنگ کی کسی کارروائی کی نشاندہی نہیں کی گئی اور اس طرح یہ انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے تحت جرم نہیں بنتا، یعنی اس کیس میں انسداد دہشت گردی کی عدالت کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہوگا۔ اسی دن، عدالت نے درخواست منظور کرتے ہوئے ہدایت کی کہ ایف آئی آر 01 آف 2014 کو واپس کیا جائے اور دائرہ اختیار رکھنے والی عام فوجداری عدالت میں منتقل کیا جائے[30]۔

پاکستان میں ہمارے قانونی ماہر امان آفتاب نے نوٹ کیا کہ پاکستانی تفتیشی حکام اکثر اوقات جان بوجھ کر استغاثہ کو کمزور کرنے کے لیے بعض الزامات عائد کرتے ہیں[31]۔ انہوں نے نوٹ کیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولیس منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کرنے کے بجائے جان بوجھ کر چارج شیٹ میں الزامات تیار کرتی ہے یا ان میں ردوبدل کرتی ہے جو عام طور پر ملزم کو فاہدہ پہنچاتے ہیں۔ یہ عمل فوجداری مقدمات میں خاص طور پر اہم ہے جہاں ثبوت کا معیار "شک سے بالاتر" ہے، کیونکہ یہ استغاثہ کے کیس میں یا تو الزامات میں ہیرا پھیری کے ذریعے یا قانون کے تقاضوں پر عمل کرنے میں ناکامی سے مصنوعی ابہام پیدا کرتا ہے۔ ماہر کی رائے میں، استغاثہ کو کمزور کرنے کے لیے الزامات لگانے کا حربہ اکثر خصوصی طور پر ملزمان کو فائدہ دینے کے لیے اپنایا جاتا ہے۔

[29] Interview Sajid Ali Pathan September 2024.

[30] Anti-Terrorism Court Order 7 February 2014 in response to application from ASP Sajjad Ali Khokhar of Hyderi, Larkana.
[31] [31] Interview with Legal Expert Aman Aftab.

ب۔ سرکاری تفتیش نے قتل کے الزامات کو 'حادثاتی گولی لگنے' کا واقعہ قرار دے کر الزامات کی بنیادی نوعیت کو تبدیل کر دیا۔

پولیس نے 13 فروری 2014 کو عدالت میں 2014 کی ایف آئی آر نمبر 10 میں نصر اللہ تنیو کی گرفتاری کا انکشاف کیا۔ یہ ایف آئی آر سندھ آرمز ایکٹ 2013 کی دفعہ 24 کے تحت درج کی گئی تھی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ شان ڈھر کے قتل کے حوالے سے درج اصل ایف آئی آر نمبر 01 آف 2014 سے مختلف ایف آئی آر تھی اور اس لیے یہ دو الگ الگ مقدمات بنتے ہیں۔ سیکشن 167 سی آر پی سی کے تحت ریمانڈ کے حکم میں اچانک ریکارڈ کیا گیا کہ 2014 کی ایف آئی آر نمبر 10 پی پی سی کی دفعات 319[32]، 337-H(ii)، 148، اور 149 کے تحت درج کی گئی تھی جس میں سندھ آرمز ایکٹ کی دفعہ 24 کے ابتدائی طور پر اندراج کا کوئی حوالہ نہیں تھا[33]۔

ایف آئی آر 10 آف 2014 نوٹ کرتی ہے کہ باڈہ پولیس اسٹیشن کے ایس آئی پی سید عبدالحکیم شاہ نے ملزم نصر اللہ تنیو کو پولیس کی جانب سے گرفتاری کے بارے میں میڈیا کو بتانے کے نو دن بعد 13 فروری 2014 کو گرفتار کیا اور 30 بور (7.62 ایم ایم) کا بغیر لائسنس ٹی ٹی پستول اور 4 رائونڈز پر مشتمل میگزین برآمد کیا[34]۔ نصر اللہ تنیو سے برآمدہ پستول کا موازنہ 18 فروری 2014 کو ڈھر کے جسم سے نکلنے والی گولی سے کیا گیا تھا، لیکن جانچ سے پتہ چلتا ہے کہ گولی اس پستول سے نہیں چلائی گئی[35]۔

شکایت کنندہ ریاض حسین، جو اس وقت تک کی جانے والی تحقیقات سے مطمئن نہیں تھے، انھوں نے لاڑکانہ ڈویژن کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس آفس کو 24 فروری 2014 کو ایک خط لکھا[36]۔ اس خط میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا کہ تفتیشی افسر 17 دن کی مقررہ مدت (14 دن کی مدت اور 3 دن کی رعایتی مدت) کے اندر اپنی حتمی رپورٹ (چالان) جمع نہ کر کے قانون پر عمل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس میں مزید یہ الزام لگایا گیا کہ تفتیشی افسر نے "ملزم کے ساتھ مل کر جان بوجھ کر ناقص تفتیش کی"۔ اسی دن ڈی آئی جی پولیس لاڑکانہ کو ایک اور خط بھیجا گیا جس میں ایف آئی آر 01 آف 2014 کی دوبارہ تفتیش پر زور دیا گیا۔

ایک دن بعد، 25 فروری 2014 کو، حتمی چارج شیٹ (چالان) جمع کروائی گئی۔ سرکاری طور پر، حکام کے پاس ایف آئی آر درج کرنے کے بعد چارج شیٹ پیش کرنے کے لیے 14 دن ہوتے ہیں۔ اس کیس میں انہیں تقریباً دو مہینے لگے۔

چارج شیٹ میں ایسا لگتا ہے کہ قتل کے جرم کو دوسرے جرائم، خاص طور پر مذکورہ بالا جرائم کو، پی پی سی کی 319، 337-H(ii)، 148، اور 149 دفعات سے بدل دیا گیا ہے[37]۔ خاص طور پر دلچسپ بات یہ ہے کہ چارج شیٹ پیش کرنے سے پہلے ہی، ایف آئی آر نمبر 10/2014 (درج شدہ 13 فروری 2014) کے مندرجات جرم کی نوعیت میں ہونے والی تبدیلیوں کی عکاسی کر چکے تھے۔ پاکستانی قانون میں، چارج شیٹ

[32] These sections refer to battery, manslaughter, rioting with deadly weapon and unlawful assembly, respectively.
[33] First Information Report 10/2014, P.S. Badah.
[34] First Information Report 10/2014, P.S. Badah.
[35] Examination Report dated 18 February 2014. Forensic Division Larkana. Signed by Mehar Ali, Expert Firearms.

[36] Request for proper investigation in connection with Matter bearing Crime No: 01/2014 PS Baday, Offence, Under Section 302 PPC 6/7 ATA, 24 February 2014.
[37] These sections refer to battery, manslaughter, rioting with deadly weapon and unlawful assembly, respectively.

تحقیقاتی ایجنسی کی طرف سے پیش کردہ حتمی رپورٹ ہوتی ہے۔ عدالت اس رپورٹ کی بنیاد پر طے کرتی ہے کہ کون سے جرائم کیے گئے ہیں اور کن دفعات کے تحت الزامات عائد کیے جائیں گے [38]۔ اس کے باوجود چارج شیٹ میں قتل کے الزام کو حذف کرنے کی وجوہات کے بارے میں کوئی وضاحت موجود نہیں ہے۔ ہمارے قانونی ماہر امان آفتاب کا کہنا ہے کہ قتل کے الزام کو دوسرے الزامات (یعنی سیکشن 319 پی پی سی) کے ساتھ تبدیل کرنے کا عمل باضابطہ طور پر پہلی بار چارج شیٹ میں کیا گیا تھا[39]۔

چارج شیٹ میں ملزمان کی شناخت ذوالفقار علی، پیار علی اور فہیم کے طور پر کی گئی ہے[40]۔ چارج شیٹ میں مفرور افراد کی شناخت عامر اور عرفان بروہی (بھائیوں) کے طور پر کی گئی ہے (زہری - بروہی زہری کا ذیلی قبیلہ ہے اس لیے یہ ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتے ہیں) جبکہ شیٹ میں نصر اللہ تنیو ضمانت پر ہے۔[41] اسی شیٹ میں پولیس کی تحویل میں درج ذیل شواہد کا ہونا درج ہے:

1) میت کے سیل شدہ خون آلود کپڑے (ماسوائے کوٹ کے)؛

2) جرم کی جگہ سے اکٹھی کی گئی سیل شدہ خون آلود مٹی؛

3) میڈیکولیگل آفس سے موصول ہونے والی سیل شدہ بوتل؛

4) ملزم نصر اللہ تونیو سے برآمدہ ایک بلا نمبری 30 بور (7.62 ملی میٹر) پستول ورکنگ کنڈیشن میں، پستول کے ہینڈل کا بائیں طرف کا کور غائب ہے جبکہ اس میں چار عدد گولیوں سے بھرا میگزین بھی شامل ہے۔[42]

شیٹ میں 16 گواہوں کی فہرست دی گئی ہے، جن میں سے صرف دو گواہ ایسے ہیں جو مبینہ طور پر اس وقت جائے وقوعہ پر موجود تھے۔ باقی گواہ پولیس افسران، طبی عملہ اور شکایت کنندہ ہیں۔[43]

2 اپریل 2014 کو، پاکستان میں تشدد اور بدسلوکی سے بچ جانے والی خواتین اور بچوں کے لیے 'مددگار ہیلپ لائن' کی بشریٰ سید نے سندھ کے انسپکٹر جنرل آف پولیس کو ایک خط بھیجا، جس میں آئی جی سے کارروائی کرنے اور معاملے کی دوبارہ تحقیقات کی درخواست کی گئی۔[44] اس میں بشریٰ سید نے اس بات کو دہرایا ہے کہ شان ڈہر کو قتل سے پہلے دھمکیاں مل رہی تھیں۔ مقتول کی بہن فوزیہ حسین نے مزید الزام لگایا کہ اہل خانہ نے ایف آئی آر میں ملزم کا نام لیا تھا لیکن دعویٰ کیا کہ پولیس نے جان بوجھ کر ایف آئی آر کے مندرجات میں ردوبدل کیا اور حادثاتی فائرنگ سے ہونے والی موت سے متعلق دفعہ 319 پی پی سی کے تحت نامناسب تفتیش کی[45]۔

[38] Interview with Legal Expert Aman Aftab.
[39] Interview with Legal Expert Aman Aftab.
[40] Final Challan U/s. 170/173 Cr. P. C. PS. Badah, FIR No. 01/2014. Charge Sheet. No. 06/21-2014.
[41] Final Challan U/s. 170/173 Cr. P. C. PS. Badah, FIR No. 01/2014. Charge Sheet. No. 06/21-2014.

[42] Final Challan U/s. 170/173 Cr. P. C. PS. Badah, FIR No. 01/2014. Charge Sheet. No. 06/21-2014.
[43] Final Challan U/s. 170/173 Cr. P. C. PS. Badah, FIR No. 01/2014. Charge Sheet. No. 06/21-2014.
[44] Madadgaar helpline letter, 2 April 2014.
[45] Madadgaar helpline letter, 2 April 2014.

7 اور 16 اپریل 2014 کو فوزیہ حسین نے آئی جی پولیس اور ڈی آئی جی کو دو خطوط ارسال کیے، فوزیہ نے سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ کے افسر سے مکمل دوبارہ تفتیش کروانے کی درخواست کی، بنیادی طور پر اس وجہ سے کہ سیکشن 161 اور سیکشن 164 ضابطہ فوجداری کے تحت ریکارڈ کیے گئے گواہوں (ساجد اور ماجد پٹھان) کے بیانات درست طریقے سے ریکارڈ نہیں کیے گئے، اور اس لیے کہ ڈہر کی جان کو لاحق خطرات کی تفتیش نہیں کی گئی۔ فوزیہ حسین نے اپنے خطوط میں لکھا ہے کہ شان ڈہر نے باڈہ تھانے کے ایس ایچ او کے ساتھ دھمکیاں ریکارڈ کیں لیکن "اس کا ثبوت مٹا دیا گیا"[46]۔ فوزیہ کی بار بار تحقیقات کی درخواستوں کے باوجود کیس غیر فعال ہو گیا۔ ایک قانونی ماہر، جس سے ہم نے اپنی تحقیقات کے حوالے سے مشورہ کیا، کے مطابق پولیس، ایسے کیسز جن میں میڈیا کا دباؤ برقرار رکھنے میں فیملی کی اہلیت کا براہ راست تعلق ہوتا ہے، اکثر دلچسپی کھو دیتی ہے۔

تقریباً دو سال بعد 16 مارچ 2016 کو پاکستان پریس فاؤنڈیشن (PPF) کے اویس علی نے وزیر اعلیٰ سندھ سید قائم علی شاہ کو دوبارہ تحقیقات کے لیے درخواست لکھی[47]۔ خط میں کیس کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے اور اس بات کا اعادہ کیا گیا ہے کہ شان ڈہر کو مقامی ہسپتالوں میں این جی اوز کی طرف سے عطیہ کی جانے والی ادویات کی غیر قانونی فروخت کی خبروں کی وجہ سے نشانہ بنایا گیا تھا۔ جس وقت شان ڈہر کو گولی ماری گئی وہ، مبینہ طور پر، سٹی بلاک ہیلتھ کیئر سنٹر اور ملحقہ فارمیسی میں اسی خبر کو کور کر رہے تھے۔ ڈہر نے بظاہر باڈہ تھانے کے ایس ایچ او، شاہ جہاں جاکھرانی، کو دھمکیاں ملنے کی شکایت درج کروائی تھی۔ خط، جس میں فوزیہ کی سابقہ شکایات کو دہرایا گیا جس کے مطابق "شان کے قتل کے بعد، ان کی شکایات پر مشتمل کتاب پراسرار طور پر غائب ہو گئی"[48]۔

19 مئی 2017 کو شان ڈہر کے خاندان کی بار بار اور مسلسل درخواستوں کے بعد آخر کار انسپکٹر جنرل آف پولیس سندھ[49] نے دادو پولیس کے سینئر سپرنٹنڈنٹ (ایس ایس پی) شبیر احمد سیٹھار کے زیر نگرانی ایک مشترکہ تحقیقاتی ٹیم (جے آئی ٹی) کے قیام کا حکم دیا۔ 21 جولائی 2017 کو شائع ہونے والی آئی ٹی رپورٹ، اپنے تفتیشی اقدامات کی تفصیل سے پہلے اس وقت تک کے اٹھائے گئے تفتیشی اقدامات کا خلاصہ کرتی ہے۔ ان اقدامات میں "مقدمہ کے کاغذات کا باریک بینی سے جائزہ لینا"، "شکایت کنندہ فریق کی موجودگی میں جائے وقوعہ کا دورہ"، "علاقے کے قابل ذکر افراد سے کھلے عام اور خفیہ طور پر پوچھ گچھ کرنا"، اور "آزاد گواہوں ذوالفقار علی اور ڈاکٹر عبدالغفار کاندھڑو سے پوچھ گچھ کرنا" شامل ہیں[50]۔ شبیر احمد سیٹھار اس نتیجے پر پہنچے کہ حیدری لاڑکانہ کے اے ایس پی ساجد حسین کھوکھر کی نگرانی میں تفتیشی افسر کی طرف سے اب تک کی گئی تفتیش "حقائق پر مبنی" ہے[51]۔ انہوں نے مزید نوٹ کیا کہ ڈاکٹر عبدالغفار کاندھڑو کی شان ڈہر سے کوئی دشمنی نہیں تھی، اور یہ کہ ڈاکٹر کاندھڑو اور اس جرم کے ملزمان کے کال ڈیٹا ریکارڈز (سی ڈی آر) کے موازنہ سے نہ تو یہ ایک جان بوجھ کر کیا گیا قتل ثابت ہوا اور نہ ہی ڈاکٹر کاندھڑو اور ملزم کے درمیان کوئی دشمنی یا تنازعہ سامنے آیا۔ سیٹھار نے نوٹ کیا کہ مقامی پولیس جائے وقوعہ سے گولیوں کے خول برآمد کرنے

[46] Requests for reinvestigation Fauzia Hussain, 7 & 16 April 2014.
[47] Request for re-inquiry, Pakistan Press Foundation, 16 March 2016.

[48] Request for re-inquiry, Pakistan Press Foundation, 16 March 2016.
[49] Order No. 19163-68/AIGP/OPS/III/2017 dated 19 May 2017
[50] Joint Investigation Team report, 21 July 2017.
[51] Joint Investigation Team report, 21 July 2017.

میں ناکام رہی اور ملزم نصر اللہ تنیو، عامر زہری اور عرفان زہری کا سی ڈی آر ڈیٹا بھی حاصل نہیں کیا گیا۔ اس سے ملزمان اور ڈاکٹر کاندھڑو کے درمیان تعلق قائم کرنا ویسے ہی ناممکن ہو جاتا ہے[52]۔

اس کیس میں آخری قانونی کارروائی 20 مارچ 2018 کو کی گئی تھی، جب گل ضمیر سولنگی، ایڈیشنل سیشن جج لاڑکانہ نے نصر اللہ تنیو کو شان ڈھر کے قتل میں ملوث ہونے کے الزام سے بری کر دیا تھا[53]۔ ملزم کے دفاع میں کہا گیا کہ ملزم نصر اللہ کو (مقتول کے) خاندان کی جانب سے اصل ایف آئی آر میں نامزد نہیں کیا گیا، واقعہ کا کوئی عینی شاہد نہیں تھا، شان ڈھر نے ملزم کا نام نہیں لیا بلکہ زہری برادری کو ملوث کیا، استغاثہ کے گواہ ساجد پٹھان نے ملزم کو ملوث نہیں کیا، اور انتہائی اہم بات یہ ہے کہ ڈھر کے جسم سے برآمد ہونے والی گولی ملزم کے قبضے سے برآمد ہونے والی پستول سے میل نہیں کھاتی تھی۔ جواب میں اے ایڈیشنل سیشن جج ضمیر سولنگی نے نوٹ کیا کہ 'اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ایف آئی آر میں ملزم کا نام نہیں ہے بلکہ اسے دو دن بعد چالان میں ڈالا گیا'۔ مزید برآں، اے ایس جے سولنگی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ اس واقعے کا کوئی عینی شاہد نہیں تھا اور یہ کہ شان ڈھر کے جسم سے نکالی جانے والی گولی ملزم کے قبضے سے برآمد ہونے والے اسلحہ سے نہیں چلائی گئی تھی[54]۔ اس کی بنیاد پر اے ایس جے سولنگی نصر اللہ تنیو کو بری کر دیتے ہیں، لیکن 'امیر علی بروہی (زہری) اور عرفان علی بروہی (زہری) کے خلاف مقدمہ اس وقت تک التوا میں رکھتے ہیں جب تک کہ انہیں گرفتار کر کے عدالت میں پیش نہیں کر دیا جاتا[55]۔ اس رپورٹ کے لیے انٹرویو کیے گئے ایک وکیل کے مطابق یہ پاکستان میں ایک عام حکمت عملی ہے۔ فوزیہ اور ریاض کے مطابق عرفان اور عامر، مفرور قرار دیئے جانے کے باوجود، اب بھی شہر میں آزاد گھوم رہے ہیں[56]۔

دوران تحقیق ہم نے کم از کم درج ذیل افسران کی شناخت کی جو پولیس کی تفتیش میں شامل تھے۔

- عبدالحکیم شاہ - تفتیشی افسر (IO) باڈہ پولیس اسٹیشن
- شاہجہان جکھرانی - اسٹیشن ہاؤس آفیسر باڈہ پولیس اسٹیشن
- غلام مرتضیٰ عباسی / کلہوڑو - آئی او انسداد دہشت گردی کورٹ سیل لاڑکانہ (خصوصی تحقیقاتی ٹیم)
- ساجد حسین کھوکھر - اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (اے ایس پی) لاڑکانہ - قتل کے فوری بعد تشکیل دی گئی خصوصی تفتیشی ٹیم کے سربراہ
- شبیر احمد سیٹھار - سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (SSP) دادو - 2017 کی جے آئی ٹی کے سربراہ
- خادم رند - ڈپٹی انسپکٹر جنرل (ڈی آئی جی) لاڑکانہ

---

[52] Joint Investigation Team report, 21 July 2017.
[53] Joint Investigation Team report, 21 July 2017.
[54] Ruling of Additional Session Judge Larkana, 20 March 2018
[55] Ruling of Additional Session Judge Larkana, 20 March 2018

[56] Interview Fauazia Hussain and Riaz Hussain, June 2024

نامکمل نتائج

حکام کی جانب سے پیش کردہ سرکاری کہانی میں یہ وضاحت پیش نہیں کی گئی کہ شان ڈہر نئے سال کے موقع پر آدھی رات کو فارمیسی اور ہسپتال میں کیا کر رہے تھے ؟ اور نہ ہی اس بات کی وضاحت کی گئی کہ بعد ازاں کئی ڈاکٹروں کو طبی غفلت کے باعث کیوں معطل کیا گیا؟[57] مزید بر آں، [58] سرکاری تحقیقات میں ڈہر کے صحافتی کام یا رپورٹنگ کا تجزیہ ان کے قتل کی ممکنہ وجہ کے طور پر کبھی بھی نہیں کیا گیا، نہ تو کبھی ڈہر کو ملنے والی دھمکیوں کی تحقیقات کی گئیں اور نہ ہی کبھی ایسے اہم شواہد کا تجزیہ کیا گیا جو ان کے قتل پر روشنی ڈال سکتے ہوں۔ نامکمل تفتیش کے بعد، حکام نے بغیر کسی وضاحت کے چارج شیٹ پر قتل کے الزام کو دوسرے الزامات سے بدل دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ واضح نہیں ہے کہ کیوں اور کب حکام نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ڈہر کی موت حادثاتی طور پر ہوائی فائرنگ سے ہوئی نہ کہ انہیں قتل کیا گیا۔ اگلے ابواب میں ہم اپنی تحقیقات کی بنیاد پر قتل کی از سر نو تشکیل کریں گے اور سرکاری تفتیش میں بہت سی خامیوں کا پردہ فاش کریں گے جن کے ذریعے یہ یقینی بنایا گیا کہ ڈہر کی موت کی سچائی کے بارے میں شکوک وشبہات برقرار رہیں۔

[57] Interview Fauazia Hussain and Riaz Hussain, June 2024
[58] Order of the Office of the Medical Superintendent CMC Hospital Larkana, January 2014; Interview with Fauzia Hussain and Riaz Hussain, June 2024; Pakistan Press Foundation, 13 May 2014. “Shan Dahar case: Chief Secretary suspends two senior medical officers”. https://www.pakistanpressfoundation.org/shan-dahar-case-chief-secretary-suspends-two-senior-medical-officers/.

4

فری پریس ان لمیٹڈ کی تحقیقات

فری پریس ان لمیٹڈ کی تحقیقات

فری پریس ان لمیٹڈ نے کئی پاکستانی تحقیقاتی صحافیوں اور قانونی، طبی، اور فرانزک ماہرین سے تعاون کیا تاکہ قتل کے حالات وواقعات کے بارے میں نئی معلومات سے پردہ اٹھایا جا سکے۔ ہماری تحقیق درجنوں عدالتی دستاویزات، پولیس ریکارڈ، دوستوں، اہل خانہ، ساتھیوں، کیس پر کام کرنے والے پولیس افسران، اور سابق مشتبہ افراد کے ساتھ ساتھ گواہوں کی شہادتوں پر مبنی ہے۔[59] ہم شان ڈھر کے لیپ ٹاپ، کیم کارڈر (چھوٹا ویڈیو کیمرہ)، فون اور گولی مارنے کے وقت ان کا پہنا ہوا کوٹ جیسے اہم شواہد تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ ان سب کا نہ تو کبھی تجزیہ کیا گیا اور نہ ہی سرکاری ریکارڈ کا حصہ بنایا گیا۔

شان ڈھر کے ڈیجیٹل آلات سے ڈیٹا بازیافت کر کے ہم ڈھر کے قتل کی رات ان کی نقل و حرکت کا تفصیل سے پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کے قتل سے پہلے کے لمحات کے حوالے سے نیچے کی گئی تشکیل نو ان کے اپنے ڈیجیٹل آلات سے برآمد شدہ ویڈیو اور فوٹو گرافی کے شواہد، جس میں گواہوں کے انٹرویوز اور تفتیشی حکام کے ساتھ کی گئی بات چیت شامل ہے، پر مبنی ہے۔

الف۔ ہماری تحقیقات کی بنیاد پر قتل کی تشکیل نو:

حکام کے مطابق،[60] شان ڈھر قتل کی رات نور فارمیسی میں تھے، جو بادہ ٹاؤن کے وسط میں ایک مقامی ہیلتھ کلینک، جسے 'سٹی بلاک' کہا جاتا ہے، کے سامنے واقع ہے۔ ایف پی یو کی جانب سے برآمد کی جانے والی ویڈیو فوٹیج، جسے خود شان ڈھر نے فلمایا، ظاہر کرتی ہے کہ شام ڈھر واقعی اس وقت اس مقام پر موجود تھے[61]۔ وہ سٹی بلاک کے اندر اور نور فارمیسی کے سامنے والی گلیوں کی عکس بندی کر رہے تھے۔ سٹی بلاک کے اندر کی فلم بندی کے دوران، ایک عورت کو درد زہ کی حالت میں دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔ کئی خواتین ڈاکٹرز یا نرسیں اور ایک مرد سیکیورٹی گارڈ ڈھر کو ہسپتال میں مزید فلم بندی کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ڈھر ہسپتال کے اندر کئی چیزوں کو فلمانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، جیسے کہ عملے کا رجسٹر (جہاں عملہ اپنی شفٹ ڈیوٹی پر اپنی آمد اور روانگی کا اندراج کرتا ہے)، دوائیوں سے بھرا کیبنٹ، اور ادویات کی فہرست اور ان کی میعاد ختم ہونے کی تاریخ۔ عملے میں سے ایک خاتون ڈاکٹر غصے سے ڈھر کو فلم بند کرنے سے روکتے ہوئے فون پر کسی کو کال کرتی نظر آتی ہیں۔ سیکیورٹی گارڈ، جس کی شناخت منا قادر کاندھڑو کے نام سے ہوئی ہے، ڈھر کو باہر جانے کے لیے اشارہ کرتا ہے[62]۔

ڈھر عمارت کے باہر گلی کی طرف صحن میں جانے پر وہاں گھپ اندھیرا ہے اور رات کے سناٹے میں زوردار دھماکوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، جس کے بارے میں مختلف ذرائع نے ہماری ٹیم کو بتایا کہ گولیوں اور آتش بازی آوازیں تھیں جو کہ پاکستان میں ایک عام روایت ہے اور نئے سال کی آمد کی خوشی کے اظہار کا حصہ ہے۔ شان ڈھر ایک بار پھر سیکیورٹی گارڈ کی ویڈیو بناتے ہیں اور اس کے بعد اپنی توجہ ایمبولینسوں پر مرکوز کرتے ہیں۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ایمبولینسیں سٹی بلاک کو انٹیگریٹڈ ہیلتھ سسٹم سٹرینتھینگ الائنس (IHSAS) نامی تنظیم نے ناروے اور حکومت سندھ کے تعاون سے عطیہ کی ہیں۔ ہم ذیل میں اس عطیہ اور ڈھر کے معاملے میں اس کے ممکنہ کردار پر تبادلہ خیال کریں گے۔

ویڈیو فوٹیج کا اسکرین گریب، جس میں شان ڈھر کو دوائیں خریدتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ تصویر میں نظر آنے والی چابیاں اور ہاتھ فارمیسی کے مالک ذوالفقار کلہوڑو کے ہیں، فائل، جو شان ڈھر کے ڈیجیٹل آلات سے حاصل کی گئی : جنھوں نے شان کے لیے دکان کھولی تھی۔ ماخذ

ڈھر سٹی بلاک کے سامنے نور فارمیسی سے دوائی خریدتے وقت بھی ویڈیو بناتے ہیں اور اس کے مالک، جس کی بعد میں شناخت ذوالفقار کلہوڑو (جسے کبھی کبھی ذوالفقار بھٹی بھی کہا جاتا ہے) کے نام سے ہوئی، کی ویڈیو بھی ریکارڈ کرتے ہیں۔ ہمیں دیے گئے انٹرویو میں ذوالفقار نے کہا کہ ڈھر سٹی بلاک میں درد زہ میں مبتلا ایک مریض کی مدد کرنے کی کوشش کر رہے

---

59 Which at an unidentified point in the last decade were wiped completely clean,

60 On the night of 31 December 2014, New Years Eve, at around 11:30 am,

61 First Information Report FIR No. 01/2014 u/s 302 PPC, 6/7 Anti-Terrorism Act PS Badeh, District Larkana.

62 To corroborate whether the footage was taken on the night of the murder we first found that the footage is at least from December 2013, because that date is above a personnel registration book recorded inside City Block. Additionally, metadata of the footage points to the footage being taken in 2013 as well. On footage from the same night, Dahar is seen talking to his friends and wearing the coat he was wearing when he was shot. Gunshots and fireworks can be heard, signalling New Year’s Eve. Together with the witness testimonies on record, we can assume the footage was taken on the night of the incident.

تھے[63]۔ ہمارے پاس موجود فوٹیج میں ڈہر کو چھ قسم کی دوائیاں خریدتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ دیکھی جانے والی دوائیوں میں سے ایک، syntocin، دردِ زہ دلانے کے لیے استعمال ہوتی ہے[64]۔ ایک اور دوائی Nootropil (Piracetam) اکثر fetal distress کے معاملات میں استعمال کی جاتی ہے، تاہم اس کی افادیت ثابت کرنے کے لیے کافی سائنسی شہادتیں موجود نہیں ہیں[65]۔ اس سے کلہوڑو کی کہانی کے ایک حصے کی تصدیق ہوتی ہے۔

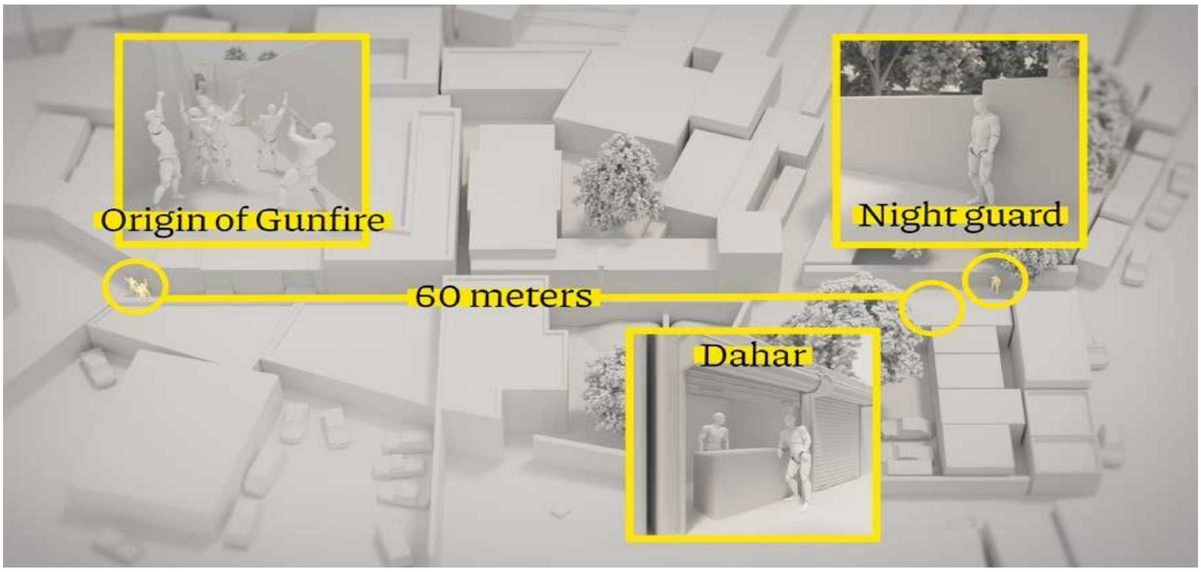

پولیس تفتیش کاروں کے مطابق، یہ نقشہ فائرنگ کے مقام اور شان ڈہر کی موجودگی کے درمیان فاصلے کو ظاہر کرتا ہے۔ شان اس وقت مرکزی سڑک کی جانب رخ کیے ہوئے تھے اور اپنی دائیں کہنی کے سہارے جھکے ہوئے کھڑے تھے۔

باڈہ ہیلتھ سنٹر، یعنی اس وقت کے سٹی بلاک، کے انچارج ڈاکٹر عبد الغفار کاندھڑو نے بتایا کہ انہیں شان ڈہر کی جانب سے فون آیا کہ سٹی بلاک سے مریض کو مطلوبہ طبی امداد نہیں مل رہی[66]۔ فارمیسی کے مالک کلہوڑو کو واضح طور پر یاد ہے کہ شان ڈہر کی ایک کال رات 11:50 پر بھی موصول ہوئی تھی جس میں شان ڈہر نے ان سے مریض کے لیے دوا مانگی تھی[67]۔ کلہوڑو عام طور پر شام 7 بجے اپنی دکان بند کرتے ہیں، لیکن انہوں نے بتایا کہ وہ "دکان پر آئے، انہیں (شان ڈہر کو) دوائیاں دیں اور چلے گئے۔" تقریباً 12:25 بجے رات، شان نے انہیں دوبارہ کال کی اور واپس آنے کو کہا کیونکہ انہیں مزید دوائیوں کی ضرورت تھی[68]۔ دوا ملنے کے بعد شان ڈہر کیلکولیٹر پر زوم کر کے دوائی کی قیمتیں دکھاتے ہیں۔ (ویڈیو میں) آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ڈہر کاؤنٹر پر دوائی خرید رہے ہیں اور وہ چابی جو کلہوڑو نے رات گئے فارمیسی کا تالا کھولنے کے لیے استعمال کی بھی موجود ہے۔

ذوالفقار بھٹی نے ہماری ٹیم کو بتایا کہ شان ڈہر اپنی دائیں کہنی کے ساتھ فارمیسی کاؤنٹر پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، ان کی پیٹھ چھوٹی گلی کی جانب تھی۔ ان کا رخ مرکزی سڑک کی طرف تھا جس کے بائیں جانب سٹی بلاک تھا[69]۔ کلہوڑو نے بتایا کہ انہوں نے اچانک ڈہر کو زمین پر گرتے دیکھا،

[63] Interview Zulfiqar Bhati, September 2024.
[64] [64] NPS Medicine. https://www.nps.org.au/medicine-finder/syntocinon-solution-for-injection.
[65] Hofmeyr, J. G. & Kulier, R. (June 2012). Piracetam for Fetal Distress in Labour. *Cochrane Pregnancy*
[66] Interview Dr. Abdul Ghaffar Kandhro, September 2024.
[67] Interview Zulfiqar Kalhoro, September 2024.
[68] Interview Zulfiqar Kalhoro, September 2024.

[69] Interview Zulfiqar Kalhoro, September 2024.

اور وہ ان کے پاس پہنچے اور سٹی بلاک کے چوکیدار منا قادر کاندھڑو، جو اس واقعے کا ایک عینی شاہد ہے اور کچھ فوٹیجز میں بھی نظر آرہا ہے، کی مدد سے انہیں اٹھانے کی کوشش کی۔ ان میں سے ایک ویڈیو میں چوکیدار شان ڈہر کو سٹی بلاک سے باہر نکالنے کی کوشش کرتا نظر آرہا ہے۔ جب وہ شان ڈہر کو تھوڑا اوپر اٹھانے میں کامیاب ہوئے تو انہیں زمین پر خون نظر آیا جہاں وہ لیٹے تھے[70]۔ وہ شان ڈہر کو سٹی بلاک ہسپتال لے گئے، جہاں ذوالفقار کا کہنا ہے کہ انہوں نے فوری طور پر ڈاکٹر عبد الغفار کاندھڑو کو فون کیا[71]۔

[70] Interview Zulfiqar Kalhoro, September 2024.
[71] Interview Zulfiqar Kalhoro, September 2024.

یہ تصویر فائرنگ کرنے والے کے ممکنہ مقام (پولیس کے مطابق) سے لی گئی ہے، جس میں دور سفید گاڑی کے قریب وہ جگہ دکھائی گئی ہے جہاں شان ڈہر کھڑے تھے۔ ماخذ: ایف پی یو آر کائیو

اس مقام سے لیا گیا منظر جہاں شان ڈہر کھڑے تھے اور ان کی پشت فائرنگ کے ممکنہ مقام کی جانب تھی۔ حکام کے ابتدائی اندازے کے مطابق، گولی دور نظر آنے والے بجلی کے کھمبے سے آگے تقریباً 50 سے 60 میٹر کے فاصلے سے چلائی گئی۔ ماخذ : ایف پی یو آر کائیو۔

ذوالفقار کلہوڑو اپنی فارمیسی میں موجود ہیں۔ گولی لگنے کے وقت شان ڈہر دکان کے دائیں جانب، لوہے کے گیٹ کی اوٹ میں کھڑے تھے، ان کا دایاں پہلو دیوار کی طرف تھا، وہ اپنی دائیں کہنی کے سہارے کاؤنٹر پر جھکے ہوئے تھے جبکہ ان کا بایاں رخ سٹی بلاک کی جانب تھا جو فارمیسی کے بالمقابل واقع ہے۔ ماخذ: ایف پی یو آر کائیو۔

ابتدائی طور پر کیس کی تفتیش کرنے والے انویسٹی گیشن آفیسر (IO) مرتضیٰ کلہوڑو نے ہماری ٹیم کو بتایا کہ شان ڈہر کو لگنے والی گولی تقریباً 50 سے 60 میٹر دور سے چلائی گئی[72]۔ جبکہ پوسٹ مارٹم رپورٹ، چارج شیٹ اور گولی کے فارنزک تجزیے کے مطابق ڈہر کو جو گولی لگی وہ 9.62 ایم ایم کی گولی تھی جو ٹی ٹی پستول سے چلائی گئی تھی جو ڈہر کے اوپر دیوار سے ٹکرا کر ان کی پیٹھ کے بائیں جانب لگی تھی، جس سے ان کی تلی (spleen) پھٹ گئی۔ آئی او کلہوڑو نے یہ بھی نوٹ کیا کہ گولی کا زاویہ (trajectory) بدل گیا کیونکہ وہ ڈہر کے اوپر ایک دیوار سے ٹکرا گئی تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ گولی لگنے سے پہلے اس کی رفتار کافی کم ہو گئی تھی۔[73]

ہمارے پاس موجود فوٹیج، جائے وقوعہ کا دورہ، آئی او مرتضیٰ کلہوڑو اور فارمیسی کے مالک ذوالفقار کلہوڑو کی گواہیوں، پوسٹ مارٹم رپورٹ اور گولی کے فرانزک تجزیے کی بنیاد پر ہم نے جائے وقوعہ کو از سر نو تشکیل دیا۔

حکام کی طرف سے تمام دستیاب شواہد کو مد نظر رکھتے ہوئے، ہمارے تفتیش کار اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شان ڈہر کی موت کے بارے میں حکام کے بیان کے درست ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ شان ڈہر کا رخ مین روڈ کی جانب تھا جبکہ وہ فارمیسی کی کھڑکی میں اپنی دائیں کہنی کے ساتھ کاؤنٹر پر ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ ان کی پیٹھ کی بائیں طرف (جہاں سے گولی داخل ہوئی تھی) سٹی بلاک کے داخلی دروازے کی جانب تھی[74]۔ حکام کا کہنا ہے کہ گولی ڈہر کو بائیں جانب لگنے سے پہلے اوپر سے ٹکرا کر واپس آئی۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ ایسا ہوا، تو تقریباً 60 میٹر کے فاصلے سے فائر کی گئی پستول کی ایک گولی کو فائر کیے جانے کے مقام اور ڈہر کی پوزیشن کے درمیان بجلی کے کھمبے سے بچنا ان کے ٹھیک اوپر والی دیوار سے ٹکرا کر واپس لوٹنا، لوہے کے دو شٹروں کو مس (miss) کرنا اور انہیں بائیں جانب لگنا، جبکہ انکی بائیں طرف دیوار سے دوسری جانب تھی جہاں سے گولی آئی تھی، واقعات کے اس سرکاری موقف کو ہماری تحقیقات کے مطابق، انتہائی حد تک ناممکن بناتا ہے۔

ب۔ طبی غفلت ڈہر کی موت کا باعث بنی۔

ڈاکٹر کاندھڑو نے ہماری ٹیم کو بتایا کہ انہیں یاد ہے کہ انہیں صبح ساڑھے 12 بجے سٹی بلاک کے عملے کی طرف سے کال موصول ہوئی تھی[75]۔ جس میں انہیں بتایا گیا تھا کہ شان کو گولی ماری گئی ہے اور وہ وہاں لائے گئے ہیں۔ کاندھڑو نے ہمارے تفتیش کاروں کو بتایا: "میں سٹی بلاک پہنچا، 15 منٹ کے اندر انہیں ابتدائی طبی امداد دی اور تقریباً ایک گھنٹے کے فاصلے پر لاڑکانہ کے چانڈکا میڈیکل کالج ہسپتال (سی ایم سی ایچ) روانہ کیا۔ میں سٹی بلاک میں ان کا علاج نہیں کر سکتا تھا میں جو کر سکتا تھا وہ کیا یعنی زخم پر دباؤ ڈال کر انہیں علاج کے لیے ہسپتال روانہ کیا۔[76]"ڈاکٹر کاندھڑو کے مطابق سٹی بلاک میں تعینات ایمبولینس نے شان کو سی ایم سی ایچ لاڑکانہ پہنچایا۔ ڈاکٹر کاندھڑو نے کہا، "اس وقت ان کے ساتھ دو یا تین اور آدمی تھے، جن میں [فارمیسی کے مالک] ذوالفقار بھٹی بھی شامل تھے۔[77]"

شان ڈہر کے کزن ساجد علی پٹھان باڈہ میں اپنے گھر پر تھے جب انہیں نامعلوم نمبر سے کال موصول ہوئی جس میں بتایا گیا کہ ڈہر کو گولی ماردی گئی

[72] Interview IO Murtaza Kalhoro, September 2024
[73] Interview IO Murtaza Kalhoro, September 2024
[74] Interview pharmacy owner Zulfiqar Bhatti, September 2024
[75] Interview Dr. Abdul Ghaffar Kandhro, September 2024.
[76] Interview Dr. Abdul Ghaffar Kandhro, September 2024.
[77] Interview Dr. Abdul Ghaffar Kandhro, September 2024.

ہے[78]۔ ساجد نے کہا، ”میں نے پہلے آدمی کو نہیں پہچانا جس نے مجھ سے بات کی، لیکن میں نے دوسرے آدمی کو پہچان لیا، انہیں کہا گیا کہ جلد از جلد سٹی بلاک پہنچ جائیں، ساجد اپنے بھائی ماجد پٹھان کے ساتھ سٹی بلاک کی طرف دوڑنے لگے۔ اس گلی سے چند گز پہلے جہاں سٹی بلاک واقع ہے، ساجد نے ہماری ٹیم کو بتایا کہ وہ باڈہ کی مرکزی سڑک پر نیشنل بینک آف پاکستان کے سامنے کھڑی ایمبولینس کی پاس پہنچے۔ ساجد نے بتایا کہ "ڈرائیور بظاہر نشے میں تھا اور دوسرے ڈرائیور کو بلانا پڑا۔" ایمبولینس میں زخمی شان اور ایک اور صحافی موجود تھے جن کو انہوں نے اقبال چنہ کے نام سے شناخت کیا[79]۔ ایمبولینس میں شان بمشکل ہوش میں تھے۔ "وہ بات کرنے سے قاصر تھے اور مسلسل کھانس رہے تھے"، ساجد نے بتایا[80]۔

صبح کے دو بجے ڈہر کو بالآخر سی ایم سی ایچ لاڑکانہ میں داخل کر دیا گیا[81]۔ موت کے سرٹیفکیٹ کے مطابق، نائٹ چیف میڈیکل آفیسر (سی ایم او) ڈاکٹر سجاد جلبانی، ڈاکٹر صفدر عباسی، سرجیکل یونٹ-II کے پی جی ڈاکٹر وکرم، ڈاکٹر علی گوہر چانڈیو، ڈاکٹر عبدالغفور گاد، ڈاکٹر ولید جلبانی (M-Unit-II) اور کارڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے ڈاکٹر ایاز شاہانی نے ڈہر کا معائنہ کیا اور انھیں ابتدائی طبی امداد فراہم کی[82]۔

لیکن ساجد نے کہا کہ ”بڑے ڈاکٹر، جنہیں ڈیوٹی پر آنا چاہیے تھا، وہ موجود نہیں تھے۔[83]“ (ڈہر کے) بچپن کے دوست غلام علی نے بھی ڈاکٹروں کے طرز عمل پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر نشے کی حالت میں تھے کیونکہ یہ نئے سال کی شام (New Year's Eve) تھی[84]۔ ساجد پٹھان نے کہا کہ اٹینڈ نٹس نے خون کی کمی کو پورا کرنے کے لیے شان ڈہر کو خون دیا، لیکن اس کے علاوہ زیادہ کچھ نہیں کیا۔ وقار سمو، جو کئی گھنٹوں تک ہسپتال میں موجود تھے نے بتایا کہ ڈاکٹر انہیں یقین دلاتے رہے کہ ڈہر کو کوئی خطرہ نہیں ہے، اور وہ ان کے جسم میں لگی گولی نکالنے کے لیے آپریشن کرنے سے پہلے ان کے بلڈ پریشر کے نارمل ہونے کا انتظار کر رہے تھے[85]۔ درحقیقت ڈہر کو سی ایم سی ایچ لاڑکانہ میں سات گھنٹے سے زائد عرصے تک لاوارث چھوڑا گیا، جس کے بعد وہ صبح 9:30 بجے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسے[86]۔ تفتیشی افسر کلہوڑو نے ہماری ٹیم کو اس بات پر زور دے کر بتایا کہ اگر ڈہر کا مناسب علاج ہوتا اور ان کا خون کا نظام "ٹھیک" کر دیا جاتا تو ان کی موت واقع نہ ہوتی[87]۔

ہماری ٹیم نے کراچی کی چیف پولیس سرجن (میڈیکولیگل آفیسر) ڈاکٹر سمیہ طارق سید سے بات کی اور ان سے پوسٹ مارٹم رپورٹ اور شان ڈہر کی موت کے بارے میں اضافی مشاہدات پر ماہرانہ رائے طلب کی۔ ڈاکٹر سید نے ان دستاویزات سے، جو ہم نے ان کے ساتھ شیئر کیں، یہ خلاصہ اخذ کیا کہ "ان کی موت گولی لگنے سے نہیں بلکہ طبی غفلت سے واقع ہوئی۔[88]"

[78] Interview Sajid Ali Pathan, September 2024
[79] Interview Sajid Ali Pathan, September 2024
[80] Interview Sajid Ali Pathan, September 2024
[81] Death Certificate Zakir Hussain alias Shan S/O Mohammad Ibrahim Dahar, 1 January 2014.
[82] Death Certificate Zakir Hussain alias Shan S/O Mohammad Ibrahim Dahar, 1 January 2014.
[83] Interview Sajid Ali Pathan, September 2024
[84] Interview Ghulam Ali, September 2024.
[85] Interview Waqar Samo, September 2024.
[86] IFEX (20 June 2016). Shan Dahar: A family's fight for justice. https://ifex.org/shan-dahar-a-familys-fight-for-justice/; Interview with Fauzia Hussain and Riaz Hussain, June 2024; Pakistan Press Foundation, 13 May 2014. “Shan Dahar case: Chief Secretary suspends two senior medical officers”. https://www.pakistanpressfoundation.org/shan-dahar-case-chief-secretary-suspends-two-senior-medical-officers/.

[87] Interview IO Murtaza Kalhoro, September 2024.
[88] Expert Opinion Interview, Dr. Summaiya Syed, Chief Police Surgeon Karachi, July 2025.

ڈہر کی موت کے چار ماہ بعد، مئی 2014 میں، سندھ کے چیف سیکریٹری سجاد سلیم ہوتیانہ نے دو سینئر میڈیکل افسران کو معطل کر دیا جن میں باڈہ دیہی مرکز صحت کے انچارج ڈاکٹر عبد الغفار کاندھڑو اور لاڑکانہ کے چانڈکا میڈیکل کالج اسپتال کے سینئر میڈیکل آفیسر ڈاکٹر علی گوہر چانڈیو شامل ہیں۔ دونوں کو غفلت کا مرتکب پایا گیا تھا، لیکن اس کے باوجود حکام کی جانب سے مزید تحقیقات نہیں کی گئیں [89]۔

89 Pakistan Press Foundation, 13 May 2014. "Shan Dahar case: Chief Secretary suspends two senior medical officers". https://www.pakistanpressfoundation.org/shan-dahar-case-chief-secretary-suspends-two-senior-medical-officers/.

5

تحقیقات میں خامیاں غفلت کا پتہ دیتی ہیں۔

اپنی تحقیقات کی بنیاد پر، ہمیں پاکستانی تفتیشی حکام کی طرف سے پیش کردہ سرکاری کہانی میں متعدد نقائص ملے ہیں۔ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ تفتیشی عمل کے دوران سنگین غلطیاں کی گئیں۔ یہ نقائص محدود تفتیشی صلاحیت اور حکام کی جانب سے جرم کو حل کرنے کے لیے سیاسی عزم کی کمی کا نتیجہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ پولیس تفتیش کاروں نے شواہد اکٹھا کرنے اور انکی ہینڈلنگ کے دوران غفلت برتی، جس کی وجہ سے شواہد نامکمل رہ گئے؛ مشتبہ افراد اور گواہوں کو ہینڈل کرنے کے حوالے سے مناسب طریقہ کار اور قوانین پر عمل نہیں کیا گیا؛ اور اس بات کی تحقیق کرنے میں ناکام رہے کہ ڈہر کے قتل کی وجہ ان کا صحافتی کام بھی ہو سکتا تھا۔ یہ نقائص شان ڈہر کے معاملے میں کی گئی تحقیقات کے عناصر پر گہرے شکوک وشبہات پیدا ہونے کی حد تک سنگین غفلت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

الف۔ پولیس شواہد جمع کرنے اور ہینڈلنگ کے دوران غفلت کا مظاہرہ کر رہی تھی جس کی وجہ سے شواہد نامکمل رہ گئے:

دوران تفتیش، حکام نے چین آف کسٹڈی کی خلاف ورزی کی اور شواہد کو نظر انداز کیا۔ تفتیشی حکام نے ممکنہ وجوہات کا پتہ لگانے کے لیے ڈہر کے ڈیجیٹل آلات کی چھان بین نہیں کی، ان کے کوٹ (جیکٹ) کا فارنزک تجزیہ نہیں کیا جو ڈہر نے اس رات پہنا ہوا تھا جس رات ان کو گولی ماری گئی تھی، جائے وقوعہ سے گولیوں کے خول برآمد نہیں کیے، شواہد کو درست طریقے سے ہینڈل نہیں کیا، اور واقعے سے آگاہ کیے جانے کے باوجود وہ ان نو گھنٹوں کے دوران، جب تک ڈہر زندہ تھے، ان کا انٹرویو کرنے کا انتظام نہیں کر سکے۔ آخر میں، پوسٹ مارٹم رپورٹ کے ماہرانہ تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ ڈہر کی موت چوٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ طبی غفلت سے ہوئی۔
پہلا یہ کہ پولیس کیس ڈائریوں میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انہوں نے شان ڈہر کے ڈیجیٹل آلات (لیپ ٹاپ، کیمکارڈر اور فون) کا فارنزک تجزیہ کروایا باوجود اس امر کے کہ گولی لگنے کے وقت ان کے پاس یہ آلات موجود تھے۔ فوزیہ کے مطابق اور اس تحقیقات کے لیے رابطہ کیے گئے ایک فرانزک تجزیہ کار نے بھی اس بات کی تصدیق کی، کہ تمام دستاویزات لیپ ٹاپ سے حذف کر دی گئی تھیں[90]۔ فوزیہ کے ساتھ بات چیت کے دوران انہوں نے بتایا کہ ڈہر کے لیپ ٹاپ میں وہ تمام معلومات موجود تھیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عطیہ کردہ ادویات کے فنڈز کے غبن سے متعلق خبر پر کام کر رہے تھے۔ تحقیقاتی افسر مرتضیٰ کلہوڑو نے ہمارے تفتیش کاروں کے سامنے اعتراف کیا کہ اس نے اور ان کے عملے نے کبھی ڈہر کے لیپ ٹاپ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی ڈہر کے کیمکارڈر کا تجزیہ کیا[91]۔

ہماری ٹیم کی جانب سے تجزیہ کیے گئے ڈہر کے ذاتی ڈیجیٹل آلات، ماخذ: ایف پی یو آرکائیو

دوسرا یہ کہ گولی لگنے کے وقت شان ڈہر نے جو کوٹ پہنا ہوا تھا اس کا کبھی کسی فارنزک ماہر نے تجزیہ نہیں کیا[92] پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق گولی لگنے کے وقت ڈہر نے کوٹ پہنا ہوا تھا[93]۔ جیکٹ میں گولی سے ہونے والے سوراخ کے تجزیے سے شوٹر کے فاصلے اور گولی کے زاویے کے

[90] Interview Fauzia Hussain and Riaz Hussain, June 2024.
[91] Interview Investigating Officer Murtaza Kalhoro, September 2024.
[92] Interview Fauzia Hussain and Riaz Hussain, June 2024.
[93] Post Mortem, submitted on 7 January 2014.

بارے میں معلومات مل سکتی تھیں۔ تاہم، جب ہماری تفتیشی ٹیم نے تفتیشی افسر مرتضیٰ کلہوڑو سے کوٹ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ کوٹ کے بارے میں جانتے تو ہیں لیکن اہل خانہ نے کوٹ ان کے حوالے نہیں کیا[94]، جبکہ اہل خانہ اس بات سے انکار کرتے ہیں۔ فوزیہ اور ریاض نے وہ کوٹ ایک اعلیٰ پولیس افسر کو ان کی ماہرانہ رائے جاننے کیلیے دکھایا تھا لیکن فوزیہ کے مطابق پولیس نے اس کوٹ کو بطور شہادت شامل نہیں کیا۔ فوزیہ نے بتایا کہ کوٹ ابھی تک ان کے پاس ہے[95]۔

شان ڈہر کے لباس کا ایک حصہ، جو انہوں نے قتل کی رات پہنا ہوا تھا۔ اس لباس کے حصے کا پولیس کی جانب سے کبھی تجزیہ نہیں کیا گیا۔ **ماخذ: ایف پی یو آرکائیو۔**

تیسرا یہ کہ جب گولی لگنے والے مریض کو ہسپتال لایا جاتا ہے تو عام طور پر پولیس فوری طور پر اپنی تفتیش شروع کر دیتی ہے۔ ڈہر کے معاملے میں، جب انہیں باڈہ سے ہسپتال لایا گیا تو تین پولیس افسران آئے اور ان کا نام دریافت کیا کیونکہ انہیں اسٹریچر پر ایمرجنسی وارڈ میں لے جایا جا رہا تھا[96]۔ پھر وہ چلے گئے اور اس کے بعد کوئی نہیں آیا۔ ان تھکا دینے والی ساعتوں کے دوران شان ڈہر مختصر لمحوں کے لیے کئی مرتبہ بیدار ہوئے اور مبینہ طور پر اپنے پاس موجود لوگوں کو بتایا کہ جب انہیں گولی ماری گئی تو انہیں نے "زہریوں" کو دیکھا تھا۔ تاہم پولیس یہ ریکارڈ کرنے کے لیے موجود نہیں تھی، اور تفتیشی افسر مرتضیٰ کلہوڑو نے ہماری ٹیم کو بتایا کہ پولیس کے تفتیش کاروں کو اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ سب سے پہلے شان ڈہر نے نام لیئے تھا[97]۔ تاہم قتل کے ایک دن بعد، اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (اے ایس پی) کھوکھر نے ڈان (اخبار) کو بتایا کہ "قاتل کو جلد ہی گرفتار کر لیا جائے گا کیونکہ صحافی نے موت سے قبل اپنے قریبی دوستوں کے سامنے اپنے دشمن کا نام ظاہر کیا تھا"۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم صحافی کے الفاظ میں مشتبہ قاتل "زہری بروہی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا"[98]۔

چوتھا یہ کہ حملے میں استعمال ہونے والے پستول، گولیوں اور متعلقہ شواہد کا تجزیہ کیے جانے کے حوالے سے جو سرکاری کہانی بیان کی گئی اس میں کئی سقم پائے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، ڈان (اخبار) کے مطابق پولیس نے پہلے دعویٰ کیا کہ گولی 20 فٹ کی دوری سے چلائی گئی، پھر اسے 40 فٹ اور پھر آخر میں 250 فٹ کی دوری میں تبدیل کر دیا گیا[99]۔ مزید برآں، چارج شیٹ میں کہا گیا ہے کہ جائے وقوعہ کے ایک خاکے کا آرڈر دیا گیا تھا تاہم ہماری ٹیم کو دستیاب متعدد فائلوں میں سے کسی میں بھی وہ خاکہ موجود نہیں پایا گیا۔ مزید یہ کہ تفتیشی افسر کلہوڑو کے مطابق پولیس نے پوری گلی کا معائنہ کیا اور جس مقام پر شان ڈہر کھڑے تھے اس کے اوپر انہیں گولی لگنے سے ہونے والا سوراخ ملا تاہم اس اہم نکتہ کا ذکر بھی فائلوں سے غائب ہے۔ اس کے علاوہ پولیس جائے وقوعہ سے گولیوں کے خول بھی برآمد کرنے میں ناکام رہی[100]۔ یہ بہت سی دوسری کوتاہیوں کا نتیجہ ہو سکتا ہے یعنی پولیس جائے وقوعہ پر بہت تاخیر سے پہنچی اور غلام علی کے مطابق پولیس نے جائے وقوعہ کو محفوظ رکھا اور نہ ہی اسے گھیرے میں لیا[101]۔ اس حقیقت کے باعث کہ پولیس کے تفتیش کار جائے وقوعہ سے کوئی خول برآمد کرنے میں ناکام رہے[102] یہ واضح نہیں ہے

[94] Interview Investigating Officer Murtaza Kalhoro, September 2024.
[95] Interview Fauzia Hussain and Riaz Hussain, June 2024.
[96] Interview Sajid Ali Pathan, September 2024.
[97] Interview Investigating Officer Murtaza Kalhoro, September 2024.
[98] Dawn (2 January 2014). Senior journalist shot dead in Larkana. https://www.dawn.com/news/1077860/senior-journalist-shot-dead-in-larkana.
[99] *Dawn* (3 May 2021). A New Year's Night Murder. Available via https://pakistanpressfoundation.org/a-new-years-night-murder/.
[100] Joint Investigation Team report, 21 July 2017.
[101] Interview Ghulam Ali, September 2024.
[102] Joint Investigation Team report, 21 July 2017.

کہ آیا پولیس نے درحقیقت کرائم سین کا مکمل تجزیہ کیا بھی تھا یا نہیں۔ سب کو ملا کر دیکھا جائے تو یہ نکات جرائم کے منظر کے تجزیہ کے حوالے سے لاپرواہی کی نشاندہی کرتے ہیں، اور یہ کہ تفتیشی معیارات اور پروٹوکول کی سنگین خلاف ورزی ہے۔

پانچواں یہ کہ ہمارے تفتیش کاروں نے پوسٹ مارٹم رپورٹ اور اضافی پولیس فائلیں کراچی پولیس سرجن (کراچی کی اعلیٰ طبی قانونی افسر) ڈاکٹر سمیہ طارق سید کے ساتھ شیئر کیں، اور شان ڈھر کے کیس کے بارے میں ان کی ماہرانہ رائے جاننے کے لیے ان کا انٹرویو کیا۔ جو کچھ ہم نے ڈاکٹر سید کے ساتھ شیئر کیا انہوں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ "ان کی موت گولی لگنے سے نہیں بلکہ طبی غفلت سے واقع ہوئی۔[103]" ڈاکٹر سمیہ سید کے مطابق پوسٹ مارٹم رپورٹ میں جوابات سے زیادہ سوالات ہیں۔ اس میں ان اہم تفصیلات کا فقدان ہے جو اس زخم سے متعلق انتہائی اہم سوالات کے جوابات دینے میں مدد کر سکتی تھیں جس کی وجہ سے بالآخر ڈھر کی جان چلی گئی۔ مثال کے طور پر، ڈاکٹر سید نے کہا کہ پوسٹ مارٹم (رپورٹ) ذیل کے بارے میں کچھ نہیں کہتی:

- زخم کا سائز جہاں سے گولی (جسم میں) داخل ہوئی۔
- آیا (گولی کے) داخلے کی جگہ پر کسی قسم کی سیاہی (بارود کی باقیات) لگی ہوئی تھیں۔
- جسم میں گولی کس جگہ سے ملی تھی (بعد میں کیے گئے فرانزک تجزیے کے مطابق 0.30 بور کی گولی میڈیکولیگل افسر نے فراہم کی تھی، جس کے بارے میں صرف اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پوسٹ مارٹم کے دوران نکالی گئی تھی، حالانکہ رپورٹ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے)۔
- اندرونی طور پر خون رسنے کے باعث جسم کی کیویٹیز (cavities) میں کتنا خون بہہ گیا تھا (اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ اعضاء پر کتنا اثر پڑا تھا اور کیا واقعی یہی موت کی وجہ بنی)۔
- دستیاب فائلوں میں پوسٹ مارٹم کا کوئی تصویری ریکارڈ نہیں ہے۔ اس سے زخم کے ارد گرد کالے پن کا ہونا اور اس کے حجم جیسے سوالات کے جوابات دینے میں مدد مل سکتی تھی۔
- میڈیکولیگل آفیسر نے ان کپڑوں، خاص طور پر ڈھر کی جیکٹ، کے بارے میں مشاہدات شامل نہیں کیے جو انہوں نے قتل کیے جانے کی رات پہنے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر سید کے مطابق پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مشاہدات یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ناکافی ہیں کہ گولی کس فاصلے سے چلائی گئی یا اس کی سمت کیا تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ مشاہدہ کہ تلی پر گہرا زخم تھا درست نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں کوئی بھی زخمی ڈھر کی طرح نو گھنٹے تک زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ تاہم، انہوں نے یہ ضرور کہا کہ یہ ممکن ہے کہ ان کی موت خون کے آہستہ آہستہ رس جانے سے واقع ہوئی ہو: پوسٹ مارٹم رپورٹ میں تلی کے زخم کی شدت کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا لہٰذا اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔

ڈاکٹر سید نے ہمارے تفتیش کاروں کو بتایا کہ ڈھر کی اس رات پہنی ہوئی جیکٹ کے فارنزک تجزیے (جو اس کے بعد سے خاندان کے قبضے میں ہے اور میڈیکولیگل آفیسر یا دیگر ماہرین نے کبھی اس کی جانچ نہیں کی) سے گولی چلائے جانے کے مقام کے حوالے سے کچھ اشارے مل سکتے ہیں۔

آخر کار، پولیس کے تفتیش کاروں نے ممکنہ طور پر اہم شواہد کو مناسب طریقے سے سیل نہیں کیا۔ حتیٰ کہ تفتیش کاروں نے خون آلود مٹی تک کو

[103] Expert Opinion Interview, Dr. Summaiya Syed, Chief Police Surgeon Karachi, July 2025.

سگریٹ کے خالی پیکٹ میں بند کر دیا، جو تفتیشی پروٹوکول کی صریح خلاف ورزی ہے[104]۔

پولیس کا شواہد کو محفوظ بنانا اور ان کا فارنزک تجزیہ پولیس رولز 1934 کے قاعدہ 25.58 اور قاعدہ 25.41(2) کے ان تقاضوں کے بالکل برعکس ہے جن میں ثبوت جمع کرنے کے لیے مناسب آلات پر مشتمل ایک تفتیشی بیگ کی ضرورت ہوتی ہے اور پیکنگ، سیل کرنے کے لیے مخصوص طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے اور اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ وہ ایگزیبٹس (exhibits) میں درست طریقے سے محفوظ تاکہ عدالت میں قابل قبول ہوں۔ اسی طرح بین الاقوامی سطح پر، Minnesota Protocol on Investigation of Potentially Unlawful Death (2016) جیسے معیارات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ موت کی وجہ، طریقہ اور حالات سے متعلق تمام مادی شواہد مناسب طریقے سے جمع، محفوظ اور تحریر شدہ ہوں۔ اگرچہ پاکستان میں قتل کی تحقیقات اور فارنزک شواہد کو سنبھالنے کے لیے واضح رہنما ہدایات موجود ہیں لیکن شان ڈہر کے معاملے میں ان ہدایات پر عمل نہیں کیا گیا، جس کی وجہ سے اہم شواہد ضائع ہو گئے یا ان کا درست تجزیہ نہیں کیا گیا۔

ب۔ مشتبہ افراد اور گواہوں کو ہینڈل کرنے کے حوالے سے مناسب طریقہ کار اور قوانین پر عمل نہیں کیا گیا:

اپنی تفتیش کے دوران، پولیس کے تفتیش کار تمام متعلقہ گواہوں کا انٹرویو کرنے میں ناکام رہے، لوگوں کو جھوٹی گواہی دینے پر مجبور کیا اور من مانی کرتے ہوئے گواہوں کو رشوت وصولی کی غرض سے گرفتار کیا گیا نتیجے میں ایک اہم گواہ سے کبھی جرح نہیں کی گئی جب کہ دو گواہوں نے مجسٹریٹ کے سامنے اپنے بیانات تبدیل کیے۔

سب سے پہلے، ڈہر کی موت کے عینی شاہدین میں سے سب سے اہم سٹی بلاک کی حفاظت کیلیے رات کی ڈیوٹی پر مامور سیکیورٹی گارڈ منا قادر کاندھڑو تھا تاہم پولیس فائل میں منا قادر سے کی جانے والی تفتیش کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے، شان ڈہر کی بہن فوزیہ حسین اور فارمیسی کے مالک ذوالفقار کلہوڑو کے مطابق منا قادر کاندھڑو کو پولیس نے حراست میں لیا تھا تاہم بعد ازاں ضمانت پر رہا کر دیا گیا اور بعد میں وہ باڈہ سے غائب ہو گیا[105]۔ ہماری ٹیم نے اس کہانی کی تصدیق کے لیے باڈہ میں باقی خاندان کے افراد کے ذریعے کاندھڑو کا پتہ لگانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر انہوں نے صرف یہ بتایا کہ کاندھڑو کراچی میں رہتا ہے اور وہ ہماری ٹیم سے رابطہ نہیں کرنا چاہتا۔

واقعے کے دوسرے اہم گواہ، فارمیسی کے مالک ذوالفقار کلہوڑو کو کچھ وقت کے لیے گرفتار کیا گیا لیکن پولیس نے اس کا سرکاری بیان ریکارڈ نہیں کیا۔ کلہوڑو نے ہمارے تفتیش کاروں کو بتایا کہ اسے رشوت کے رہا کیا گیا تھا اور بعد میں بھی اسے کبھی گواہ کے طور پر سامنے نہیں لایا گیا[106]۔

مزید برآں، پولیس نے کم از کم دو اہم گواہوں پر اپنی شہادتیں بدلنے کے لیئے دباؤ ڈالا[107]۔ مجسٹریٹ کے سامنے بیان دینے والے چند گواہوں میں سے ایک ساجد پٹھان نے ہمارے تفتیش کاروں کو بتایا کہ جب ڈہر کو گولی لگی تو وہ درحقیقت جائے وقوعہ پر موجود نہیں تھے[108]۔ تاہم، 4 فروری 2014 کو ریکارڈ کیے گئے مجسٹریٹ کے سامنے اپنے بیان میں ساجد نے کہا تھا کہ تقریباً 12:30 بجے چنہ محلہ گلی سے گزرتے ہوئے انہوں نے کئی نشے میں دھت نوجوانوں کو نئے سال کا جشن مناتے ہوئے اور آتشیں اسلحے سے فائرنگ کرتے ہوئے دیکھا۔ جب ہم نے ساجد سے پوچھا

104 First Information Report 1:2014. January 2014.
105 Interview Fauzia Hussain and Riaz Hussain, June 2024 and Interview Zulfiqar Bhatti, September 2024.
106 Interview Zulfiqar Bhatti, September 2024.
107 Interview Sajid Ali Pathan, September 2024.
108 Interview Sajid Ali Pathan, September 2024.

کہ جو کچھ انہوں نے ہمیں بتایا اور مجسٹریٹ کے سامنے دی گئی ان کی گواہی میں تضاد ہے تو ساجد نے کہا کہ تفتیشی افسر مرتضیٰ کلہوڑو نے انہیں اس طریقے سے بیان دینے پر مجبور کیا تھا۔ ساجد علی پٹھان نے ہمارے تفتیش کاروں کو بتایا: "پولیس کی طرف سے دباؤ تھا۔ ہم وہی کر رہے تھے جو ہمیں کہا گیا تھا۔ ہم اپنے اہل خانہ کے لیے خوفزدہ تھے۔"[109]

(ساجد سے اور ان کے بھائی ماجد) کے بیانات کی بنیاد پر پولیس نے انسداد دہشت گردی عدالت لاڑکانہ میں ایف آئی آر 01/2014 کی واپسی کے لیے درخواست دائر کی۔ درخواست میں مؤقف اختیار کیا گیا کہ گواہوں کے ریکارڈ کردہ بیانات میں دہشت گردی یا ٹارگٹ کلنگ کا کوئی ثبوت نہیں ملا اور اس لیے اے ٹی اے 1997 کے تحت جرم نہیں بنتا۔ اسی دن عدالت نے درخواست منظور کرتے ہوئے ہدایت کی کہ ایف آئی آر 01/2014 واپس کی جائے اور اسے عام فوجداری عدالت میں منتقل کیا جائے۔

آخرکار، پولیس نے میڈیا کے سامنے اعلان کیا کہ انہوں نے 4 فروری 2014 کو نصراللہ تنیو سمیت متعدد مشتبہ افراد کو گرفتار کر لیا تھا[110]۔ پولیس نے 13 فروری 2014 کو عدالت میں گرفتاری کی اطلاع دی، جس کا مطلب ہے کہ انہوں نے تنیو کو کم از کم 9 دنوں تک ماورائے عدالت اپنی تحویل میں رکھا[111]۔ فروری 2014 میں تنیو کے پستول اور ڈاہر کے جسم سے نکالی گئی گولی کے فارنزک تجزیہ میں کوئی مماثلت نہیں تھی لہٰذا گولی تنیو کے پستول سے نہیں چلائی گئی تھی۔ مزید برآں، کسی ایک گواہ نے بھی تنیو کو جائے وقوعہ کے قریب نہیں دیکھا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جون 2014 کی آخری چارج شیٹ میں تنیو کو برضمانت کے طور پر لکھا گیا تھا۔ تنیو کو قتل سے جوڑنے کا کوئی ثبوت نہ ہونے کے باوجود، اسے چار سال بعد 2018 میں باضابطہ طور پر ناکافی شہادت کی بنیاد پر بری کر دیا گیا۔ اس سے یہ شکوک جنم لیتے ہیں کہ تنیو کے (قتل میں) ملوث کیا جانا ٹھوس شواہد کے بجائے تحقیقات میں غیر حقیقی پیشرفت دکھانے کیلیے کیا گیا تھا۔

ج۔ پولیس کے تفتیش کار ان امکانات یا خدشات کا تعاقب کرنے میں ناکام رہے جو اس بات کی جانب اشارہ کرتے تھے کہ ڈاہر کو ان کے صحافتی کام کی پاداش میں نشانہ بنایا جا سکتا تھا:[112]

پولیس کے تفتیش کار شان ڈاہر کی موت کے کسی بھی ممکنہ محرک کی تحقیقات کرنے میں ناکام رہے، باوجود اس کے کہ ڈاہر کو بدنام کرنے والی خبروں کی تحقیقات کی وجہ سے دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ تفتیش کاروں کا نقطہ نظر حادثاتی فائرنگ کے دعوے کی تائید کے لیے ایک بھی ثبوت میسر نہ ہونے کے باوجود محدود تھا۔ نتیجتاً، انہوں نے ایک غیر متعینہ تاریخ پر اور کسی نامعلوم وجہ سے قتل کا الزام ختم کر دیا، اور اس کی جگہ اس واقعے کے حادثہ ہونے سے متعلق الزامات شامل کر دیے۔ اس محدود نقطہ نظر کی ایک اہم وجہ یہ حقیقت تھی کہ تفتیش کاروں نے متبادل نظریات کی پیروی نہیں کی جو قتل کی تحقیقات میں ایک معیار ہونا چاہیے۔ خاص طور پر، انہوں نے ان اشاروں کو نظر انداز کر دیا کہ ڈاہر جعلی اور عطیہ کردہ ادویات کی غیر قانونی فروخت سے متعلق خبر پر کام کر رہے تھے۔ مزید برآں، تفتیش کاروں نے ڈاہر کی موت کی اصل وجہ 'طبی

---

109 Interview Sajid Ali Pathan, September 2024.
110 110 Dawn (4 February 2014). Journalist's killer yet to be named by police. https://www.dawn.com/news/1084837/journalists-killer-yet-to-be-named-by-police.
111 First Information Report 10/2014, P.S. Badah.

112 Pakistan Press Foundation (PPF) Owais Aslam Ali (16 March 2016). Request for Reinquiry to the Chief Ministry of Sindh.

غفلت' کو نظر انداز کر دیا۔

متعدد گواہوں نے ہمارے تفتیش کاروں کو بتایا کہ ڈہر اپنے قتل کے وقت "ادویات کی خبر" پر کام کر رہے تھے۔ فوزیہ اور ریاض حسین نے بتایا کہ ڈہر ادویات کی دوبارہ فروخت میں بدعنوانی کے حوالے سے ایک خبر پر کام کر رہے تھے جو ان کے مطابق ایک این جی او نے مریضوں کو مفت فراہم کرنے کے لیے عطیہ کی تھیں لیکن وہ میڈیکل اسٹورز کو فروخت کر دی گئیں[113]۔ ان کے مطابق ڈہر نے سٹی بلاک کے مینیجر ڈاکٹر عبدالغفار کاندھڑو اور ان کو گولی لگنے کے بعد پہنچے والے سب سے پہلے شخص کو خبردار کیا تھا کہ وہ دوائیاں فروخت کرنے سے باز رہیں۔ جب ہمارے تفتیش کاروں نے ڈاکٹر کاندھڑو سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے ہسپتال میں ادویات سے متعلق کسی بھی قسم کی بدعنوانی کے الزامات کی سختی سے تردید کرتے ہوئے کہا کہ "میں آپ کو بتاتا چلوں کہ جب تک میں [سٹی بلاک میں] ایم ایس تھا، کوئی ہمارے اسپتال سے ایک گولی بھی لینے اور اسے اسٹور تک لے جانے کی ہمت نہیں کرتا۔ میں اب بھی اسے چیلنج کرتا ہوں۔"[114]

فوزیہ اور ریاض کی کہانی کی تصدیق کرتے ہوئے، 'اب تک نیوز' کے ڈائریکٹر نیوز ناصر بیگ چغتائی نے سی پی جے کو جنوری 2014 میں فون پر گفتگو کے دوران بتایا کہ ڈہر نے منشیات، سیاست اور غربت جیسے حساس موضوعات کی ایک وسیع رینج کا احاطہ کیا تھا۔ چغتائی نے کہا، "میں تصدیق کر سکتا ہوں کہ وہ اس وقت جعلی ادویات کی خبر پر کام کر رہے تھے۔"[115]

ڈہر کے دوست زیب علی ساریو نے ڈہر کی ویڈیو گرافک فوٹیج کی برآمدگی سے پہلے ہماری ٹیم کو بتایا کہ واقعہ اس رات شروع ہوا جب ڈہر نے مقامی ہیلتھ کلینک میں ایک مریض کو مطلوبہ دوا نہ ملنے کی شکایت کی۔ "بعد میں جب وہ [ڈہر] اسٹور کے مالک کے پاس گئے، تو انہوں نے اسٹور کے مالک سے کہا کہ 'آپ وہ دوائیں بیچتے ہیں اور آپ کا ڈاکٹروں کے ساتھ معاہدہ ہے'۔ ساریو نے بتایا کہ "وہ ریکارڈنگ موجود ہے"۔ ہم ڈہر کے ڈیجیٹل آلات اور جس فوٹیج کا ساریو نے حوالے دیا اس کو تلاش کر کے، ساریو کے تبصروں کی تصدیق کرنے میں کامیاب رہے[116]۔

قتل کی رات ڈہر کی جانب سے بنائی گئی فوٹیج میں وہ سٹی بلاک ہسپتال کے اندر دوائیوں سے بھری کیبنٹ اور ان کی میعاد ختم ہونے کی تاریخوں کے ساتھ دوائیوں کی فہرست کی ایک تفصیلی ویڈیو ریکارڈ کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ ڈہر سٹی بلاک کے سامنے واقع فارمیسی سے دوائیں خریدنے کی ویڈیو بھی ریکارڈ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے وہ قیمت بھی دکھائی جو انہیں دوائیوں کے لیے ادا کرنی تھی اور اس حقیقت پر بات کی کہ وہ فارمیسی سے اس کے مالک ذوالفقار کلہوڑو سے دوائیں خرید رہے ہیں[117]۔ انہوں نے کہا کہ کلہوڑو نے ہمارے تفتیش کاروں کو بتایا کہ ڈہر نے جن دوائیوں کی تصاویر اور ویڈیوز لی ہیں وہ "ڈاکٹر فرید" کی تھیں جو کہ ایک ادویات ساز کمپنی ہے[118]۔

شان ڈہر کے قتل کے پہلے تفتیشی افسر مرتضی کلہوڑوں سے ہماری ٹیم کے سوالوں کے جواب میں اعتراف کیا کہ وہ ڈہر کے صحافتی کام اور طبی غفلت کے زاویوں کو پرکھنے میں ناکام رہے ہیں[119]۔ کلہوڑو نے مزید کہا کہ انہوں نے کسی بھی ممکنہ محرکات - خاص طور پر ادویات (کی ترسیل) میں بدعنوانیوں کی تحقیقات نہیں کیں کیونکہ "اس وقت نہ تو کوئی ثبوت موجود تھا اور نہ ہی کسی نے الزام عائد کیا"[120]۔ یہ بات صریحاً غلط ہے۔

---

[113] Interview Fauzia Hussain and Riaz Hussain, June 2024.
[114] Interview Dr. Abdul Ghaffar Kandhro, September 2024.
[115] CPJ (9 January 2014). Shan Dahar's death underscores impunity in Pakistan. https://cpj.org/2014/01/shan-dahars-death-underscores-impunity-in-pakistan/
[116] Interview Zaib Ali Sario, September 2024.
[117] Archived footage by Shan Dahar, 31 December 2013.
[118] Interview Zulfiqar Kalhoro, September 2024.
[119] Interview Investigating Officer Murtaza Kalhoro, September 2024.
[120] Interview Investigating Officer Murtaza Kalhoro, September 2024.

قتل کے فوراً بعد، شان کی بہن فوزیہ حسین اور مدعی ریاض نے اس خدشہ کا اظہار کیا تھا کہ ادویات کی خبر اس قتل کی ممکنہ وجہ ہو سکتی ہے[121]، انھوں نے شان ڈہر کے صحافتی کام، سٹی بلاک ہسپتال کے ڈاکٹر کاندھڑو کے کردار اور اس حقیقت کہ ڈہر کو ان کے کام کی وجہ سے دھمکیاں دی گئی تھیں کی جانچ کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے دوبارہ تحقیقات کے لیے کئی درخواستیں اعلی پولیس حکام کو ارسال کیں[122]۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ آئی او کلھوڑو نے ہمارے تفتیش کاروں کے سامنے اس بات کی تصدیق کی کہ ڈہر کی موت طبی غفلت کی وجہ سے ہوئی اور اگر انہیں مناسب دیکھ بھال ملتی تو انہیں بچایا جا سکتا تھا[123]۔ لیکن ہسپتال میں ڈاکٹروں کی جانب سے بدعنوانی کو تسلیم کرنے کے باوجود، اور "ادویات کی خبر" میں ان میں سے کچھ کے ملوث ہونے کے الزامات کے باوجود تفتیشی افسر نے مشتبہ افراد کے قتل میں ممکنہ کردار کے پہلو پر مزید تفتیش نہیں کی[124]۔ حکام کی جانب سے نہ تو ڈاکٹر کاندھڑو اور نہ ہی سی ایم سی ایچ کے کسی بھی ڈاکٹر سے تفتیش کی گئی۔ کیس کی دوبارہ تفتیش کے دوران ڈاکٹر کاندھڑو سے 2017 میں مختصر طور پر پوچھ گچھ کی گئی تھی جس میں تحقیقاتی ٹیم کے سربراہ ایس ایس پی شبیر احمد سیٹھار نے نوٹ کیا کہ ڈاکٹر (کاندھڑو) اس واقعے میں ملوث نہیں تھے کیونکہ ان کا پانچوں ملزمان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ سیٹھار نے یہ نتیجہ صرف اور صرف ملزم اور ڈاکٹر (کاندھڑو) کے کال ڈیٹا ریکارڈز (سی ڈی آر) کے تجزیے کی بنیاد پر اخذ کیا۔ اگرچہ سیٹھار پانچ ملزمان میں سے تین کی سی ڈی آر بازیافت کرنے میں ناکام رہے: زیر حراست ملزم نصر اللہ تنیو، اور دو مفرور بھائی عامر اور عرفان زہری جن پر خاندان نے (اس وقوعے میں) ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے[125]۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سیٹھار کا اس نتیجے پر پہنچنا کہ ڈاکٹر کاندھڑو اس واقعے میں ملوث نہیں تھے محض فون ریکارڈز کے نامکمل اور ناکافی تجزیے پر منحصر تھا۔

سال 2018 میں، سی ایم سی ایچ لاڑکانہ کے شعبہ سرجری کے سینئر میڈیکل آفیسر، ڈاکٹر علی گوہر چانڈیو، اور ڈہر کے قتل کے بعد غفلت برتنے پر معطل کیے گئے ڈاکٹروں میں سے ایک کو، سندھ ہائی کورٹ کی جانب سے چانڈکا میڈیکل کالج اسپتال میں مضر صحت صورتحال کے حوالے سے طلب کیے جانے پر عدالت میں پیش ہونا پڑا۔ ججز نے حفظان صحت کی ابتر صورتحال اور مریضوں کے لیے ادویات کی عدم فراہمی پر عدم اطمینان کا اظہار کیا[126]۔

شان ڈہر کے دوست غلام علی کے مطابق باڈہ پولیس اسٹیشن کے ایس ایچ او کا تبادلہ شان کو گولی لگنے والے دن ہی کر دیا گیا تھا۔[127] جبکہ ایس ایس پی خالد مصطفی کورائی نے اس کے بعد یکے بعد دیگرے دو ایس ایچ اوز کو تعینات کیا گیا[128]۔ ڈان (اخبار) نے حال ہی میں یہ خبر شائع کی ہے کہ یہ حربہ 2021 میں صحافی اجے لالوانی کے قتل کیس میں بھی یہ طریقہ کار اپنایا گیا تھا[129]۔ لالوانی اور ڈہر دونوں کی اپنے متعلقہ ایس ایچ اوز کے ساتھ تنازعہ ہوا تھا اور ڈان (اخبار) کے مطابق، ڈہر نے قتل سے کچھ وقت قبل ایک پریس کانفرنس کے دوران ایس ایچ او سے پوچھا تھا کہ وہ

[121] Interview Fauzia Hussain and Riaz Hussain, June 2024.
[122] Requests for reinvestigation, 24 February 2014 and 7 April 2014.
[123] Interview Investigating Officer Murtaza Kalhoro, September 2024.
[124] Interview Investigating Officer Murtaza Kalhoro, September 2024.

[125] Joint Investigation Team report, 21 July 2017.
[126] Dawn (21 June 2018). Judges pay surprise visit to Larkana hospitals, summon doctors to court. https://www.dawn.com/news/1415145.
[127] Interview Ghulam Ali, September 2024.
[128] Interview Ghulam Ali, September 2024.
[129] *Dawn* (3 May 2021). A New Year's Night Murder. Available via https://pakistanpressfoundation.org/a-new-years-night-murder/.

پولیس کی تنخواہ پر اتنا شاہانہ طرز زندگی کیسے اپنا سکتا ہے[130]۔ فوزیہ اور ریاض حسین کے مطابق ڈہر نے 25 دسمبر 2013 کو اسی ایس ایچ او کے تھانے میں اپنے خلاف دھمکیوں کی شکایت بھی درج کرائی تھی لیکن ہماری ٹیم اس دعوے کی تصدیق نہیں کر سکی کیونکہ وقوعہ کے اندراج کا رجسٹر غائب ہو گیا تھا۔

[130] *Dawn* (3 May 2021). A New Year's Night Murder. Available via https://pakistanpressfoundation.org/a-new-years-night-murder/.

6

اخذ کرده نتائج

پاکستانی صحافی شان ڈہر کو یکم جنوری 2014 کی شب قتل کر دیا گیا تھا۔ تقریباً 11 سال بعد بھی ان کے قاتل آزاد گھوم رہے ہیں اور (اس معاملے میں) انصاف ہونے کے امکانات کافی حد تک معدوم ہو گئے ہیں۔

ابتدائی طور پر تفتیشی حکام نے قتل کے الزام کی تحقیقات پر توجہ مرکوز کی لیکن دو ماہ بعد حتمی چارج شیٹ جمع کروانے سے پہلے ہی قتل اور دہشت گردی کے الزامات کو حادثاتی موت کے الزام سے تبدیل کر دیا گیا۔ یہ ابھی تک واضح نہیں ہے کہ حکام نے قتل کے الزام کو حادثاتی طور پر گولی چلنے والے الزامات سے کیوں اور کب تبدیل کیا۔ بعد میں حکام نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ڈہر کی موت نئے سال کے موقع پر جشن کے دوران ہوائی فائرنگ سے ہونے والے ایک حادثے کے نتیجے میں واقع ہوئی۔ یہ نتیجہ ایک نامکمل تفتیش پر مبنی تھا جو پاکستان اور بین الاقوامی سطح پر قتل کی تحقیقات کے رہنما اصولوں اور طریقہ کار سے مطابقت نہیں رکھتا۔

پولیس نے تین ممکنہ مجرموں کی نشاندہی کی، جن میں سے ایک کو 2018 میں ناکافی شہادتوں کی وجہ سے بری کر دیا گیا تھا، اور دیگر دو جن کے بارے میں یہ اطلاعات موجود ہیں کہ وہ اس وقت شہر میں آزادانہ گھوم پھر رہے ہیں، قتل کے بعد سے مفرور ہیں۔ جب تک ان مفروران کو گرفتار نہیں کیا جاتا، کیس غیر فعال رہے گا۔ پاکستان میں یہ ایک عام رواج ہے، جہاں غیر فعال مقدمات عوامی دباؤ کے نتیجہ میں ہی فعال کیے جاتے ہیں۔

سرکاری کیس فائلوں، گواہوں کی شہادتوں اور پولیس ریکارڈز کے مکمل جائزہ، مقدمہ سے متعلقہ قریبی لوگوں کے انٹرویوز، پوسٹ مارٹم رپورٹ کے ایک آزاد ماہر کے تجزیے اور شان ڈہر کے ڈیجیٹل آلات اور لباس کے تجزیے کی بنیاد پر اس رپورٹ میں سرکاری تفتیش میں بہت سی خامیوں اور حکام کی طرف سے جاری کردہ رپورٹ میں تضادات کو رقم کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ پولیس تفتیش کاروں نے شواہد جمع کرنے اور ہینڈلنگ کے دوران لاپرواہی برتی، جس کی وجہ سے شواہد نامکمل رہے۔ انہوں نے مشتبہ افراد اور گواہوں کی ہینڈلنگ کے حوالے سے مقررہ طریقہ کار اور قوانین پر عمل نہیں کیا اور وہ ان خطوط پر تفتیش کرنے میں ناکام رہے کہ ڈہر کو ان کے کام کی پاداش میں نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔

اجتماعی طور پر دیکھا جائے تو تحقیقات میں پائی جانے والی متعدد خامیاں حکام کی جانب سے لاپرواہی کو ظاہر کرتی ہیں۔ اگر مقررہ تفتیشی پروٹوکول اور طریقہ کار پر عمل کیا جاتا تو شان ڈہر کے قتل کا معمہ حل ہو سکتا تھا۔ ڈہر کے لواحقین کو انصاف دلانے اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ تحقیقات کا حصہ رہنے والے انتظامی اور انویسٹی گیشن آفیسرز کو اس نااہلی پر جوابدہ کیا جانا چاہیئے تاکہ مستقبل کے مقدمات میں ایسی غلطیوں کو نہ دہرایا جائے۔

اس سلسلے میں ہماری سفارشات درج ذیل ہیں:

سندھ پولیس کے اعلی افسران اور تفتیشی افسر کیلیے:

- مقدمے کی از سر نو شفاف اور غیر جانبدارانہ تفتیش کی جائے، بشمول:
  - مفرور ملزمان کی تلاش اور گرفتاری کے لیے فوری اور ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔ اس مقصد کیلیے انٹیلی جنس یونٹ کی مدد سے چھاپے مارے جائیں، تفتیش کو موثر بنانے کیلیے پولیس کے دیگر شعبوں کے مابین موثر رابطہ قائم کیا جائے، انسپکٹر جنرل (آئی جی) پولیس کی سربراہی میں ڈی آئی جی کے عہدہ کا افسر تفتیش کی مسلسل نگرانی کرے اور تفتیشی ٹیم کو ہر قسم کے وسائل فراہم کیے جائیں۔ مفرور

افراد کی تفصیلات کو قومی جرائم کے ڈیٹا بیس میں داخل کرکے ان کی گرفتاری کو یقینی بنانے کیلیے الرٹ جاری کیے جائیں اور دستیاب ریکارڈ کی مدد سے یہ پتہ لگایا جائے کہ مفرور ملزمان کا کرمنل ریکارڈ حاصل کیا جائے۔ مفرور ملزمان کی گرفتاری اور تفتیش کے بغیر شان ڈھر کے مقدمہ کو موثر طور پر دوبارہ نہیں کھولا جاسکتا؛

- شان ڈھر کے قتل کے اہم ترین گواہ منا قادر کاندھڑوں کو تلاش کر کہ اس سے تفتیش جائے۔ ہماری تحقیق کے مطابق وہ اس وقت کراچی میں مقیم ہے۔
- قتل کے وقت شان ڈھر کے جسم پر موجود کپڑوں بشمول جیکٹ کا غیر جانبدار ادارے سے فارنزک تجزیہ کرایا جائے تا کہ یہ پتہ چل سکے کہ گولی کتنے فاصلے سے چلائی گئی اور کس زاویہ سے ان کے جسم میں داخل ہوئی۔

برسرِاقتدار سیاسی جماعتوں کیلیے:

- پاکستان کی سول سوسائٹی کی جانب سے 'سیف جرنلزم' کے پلیٹ فارم کی بنیاد رکھی گئی ہے، جس کا مقصد شان ڈھر اور ایسے درجنوں مقدمات میں بااثر ملزمان کو قانون کی گرفت میں لانا ہے۔ وفاقی حکومت نے اصولی طور پر، قتل کے مقدمات میں استثنٰی کو ختم کرنے کے لیے 'سیف جرنلزم' کے ساتھ تعاون کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ ہم حکومت پر زور دیتے ہیں کہ وہ جلد اگلا قدم اٹھائے اور ایک مشترکہ ایکشن کمیٹی قائم کرنے کے لیے مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کرے۔ مجوزہ ایکشن کمیٹی کو پولیس انویسٹی گیشن اور عدالتی کارروائی کی شفافیت کو یقینی بنانے کیلیے صحافیوں کے قتل کے مقدمات کی نگرانی کرے گی۔

وفاقی اور صوبائی محکمہ داخلہ کیلیے:

- 'سیف جرنلزم' کے ساتھ مل کر، صحافیوں کے قتل کے کیسز کے لیے خصوصی تفتیشی پروٹوکول تیار کریں۔ اس طرح کے پروٹوکول میں مندرجہ ذیل نکات شامل کیے جائیں:
  - معروضیت اور شفافیت کو بڑھانے کے لیے ابتدائی تحقیقات ایک خصوصی تفتیشی یونٹ یا کم از کم سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (SP) کے عہدہ کے افسر کے ذریعہ کرائی جائیں۔
  - مقتول کے صحافتی کام کے محرکات کا جائزہ لینے کے لیے رہنما اصول وضع کیے جانے چاہیئیں۔
  - اس بات کو یقینی بنایا جانا چاہیئے کہ ہر واقعہ میں، قطع نظر محل وقوع، کرائم سین کے معائنہ کیلیے ماہرین جدید آلات پر مشتمل فارنزک ٹیم کی دستیابی یقینی بنائی جائے۔
  - اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ فرانزک تجزیہ مکمل ہونے تک جائے وقوعہ کو محفوظ رکھا جائے۔
  - ان افسران کے احتساب کے لیئے اقدامات کیئے جانے چاہیئیں جو حادثاتی طور پر یا جان بوجھ کر شواہد کو کمزور کرتے ہیں اور گواہوں یا مشتبہ افراد کو غلط طریقے سے استعمال کرتے ہیں اور تفتیش کو نقصان پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔

- ایک آزاد فریق، جیسے کہ 'سیف جرنلزم' کے ذریعے تیسرے فریق کی جانچ پڑتال کی اجازت دی جانی چاہیئے۔ مرکزی حکومت نے اصولی طور پر، قتل کے مقدمات میں استثنیٰ کو ختم کرنے کے لیے 'سیف جرنلزم' کے ساتھ تعاون کرنے پر اتفاق کیا ہے لہذا 'سیف جرنلزم' تفتیشی اور عدالتی مراحل کی مانیٹرنگ کیلیے موزوں ہے۔

بین الاقوامی برادری کیلیے:

- صحافیوں کے تحفظ کے لیے پاکستانی اقدامات کی حمایت جاری رکھیں۔ خاص طور پر عالمی برادری 'سیف جرنلزم' کو موثر اور کامیاب بنانے کی حمایت کرے۔ سیف جرنلزم صحافیوں، قانونی اور سیاسی ماہرین سمیت سول سوسائٹی کی ایک مشترکہ کاوش ہے جس کا مقصد پاکستان میں صحافیوں کے قتل کے مقدمات میں بااثر ملزمان کو حاصل استثنیٰ کی روایت کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کے تعاون سے قتل کے مقدمات کی انویسٹی گیشن کو شفاف، موثر اور غیر جانبدار رکھنے پر کام کیا جارہا ہے۔

سندھ کمیشن فار دی پروٹیکشن آف جرنلسٹس اور دیگر میڈیا پریکٹیشنرز اور فیڈرل کمیشن فار دی پروٹیکشن آف جرنلسٹس اینڈ پروفیشنلز کیلیے:

- پروٹیکشن آف جرنلسٹس اینڈ میڈیا پروفیشنلز ایکٹ 2021 کے نفاذ اور اس پر عمل درآمد میں مدد کے لیے سول سوسائٹی اور اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ مل کر مشترکہ ایکشن کمیٹی کے قیام کی تجویز پر روشنی ڈالیں۔

شان ڈھر کے قتل کی ری انکوائری کا حکم دیا جائے، مفرور افراد کی گرفتاری اور شناخت شدہ گواہوں کو تفتیش کے دائرہ کار میں لایا جائے۔

A Safer World For The Truth